بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنِّیْ اٰوِی الْقَرْیَۃَ

الحکم

دار الامان حضرۃ قادیاں

چہ گویم با تو گر آئی چہ با در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب الحمد

جلد ۷ | مورخہ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ بروز یکشنبہ | نمبر ۲۰

Digitized by Khilafat Library

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

اعجاز التنزیل

گذشتہ اشاعت سے آگے

اس طرح پر قرآن شریف کے تاثیرات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے برکات کے لئے یہ اعتقاد کرنا کہ وہ ایک وقت خاص اور ایک شخص خاص ہی کیلئے تھے آئندہ کے لئے ان کا سلسلہ بند ہو گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بے ادبی اور توہین ہے اور نہ صرف قرآن شریف اور آنحضرت کی بے ادبی بلکہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر اعتراض کرنا ہے۔

اور کہو کہ نبیوں کا وجود اس لئے دنیا میں نہیں آتا کہ وہ محض ریا کاری اور نمود کے طور پر ہو اگر ان سے کوئی فیض جاری نہیں ہوتا اور مخلوق کو روحانی فائدہ نہیں پہنچتا تو پھر یہی ماننا پڑے گا کہ وہ صرف نمائش کے لئے ہیں۔ اور ان کا عدم وجود معاذ اللہ برابر ہے مگر ایسا نہیں۔ وہ دنیا کے لئے بہت سی برکات اور فیوض کے باعث بنتے ہیں اور ان سے ایک خیر جاری ہوتی ہے۔ جسطرح پر آفتاب سے ساری دنیا فائدہ اٹھاتی ہے اور اس کا فائدہ کسی خاص حد تک جا کر بند نہیں ہوتا بلکہ جاری رہتا ہے اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کا آفتاب ہمیشہ چمکتا ہے اور سعادتمندوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی ان کو کہدو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ۔ تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ آپ کی سچی اطاعت اور اتباع انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہوتی ہے۔

پس جبکہ آپ کی اتباع کامل اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ایک محبوب اپنے محب سے کلام نہ کرے اگر یہ مانا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو باوجود محبوب بنانے کے پھر بھی اُس سے کلام نہیں کرتا تو یہ محبوب وہ معاذ اللہ ایکمہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے لئے یہ نقص ٹھہراتا ہے کہ وہ کلام نہیں کرتے۔ مگر ہم یہ ثابت کرنے کو تیار ہیں اور اسی غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کے ثمار اور ثمرات ہر وقت پائے جاتے ہیں اس وقت بھی وہ خدا جو ہمیشہ سے ناطق خدا ہے اپنا لذیذ کلام دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے اور قرآن شریف کے اعجاز کا ثبوت اسوقت بھی دے رہا ہے۔ یہ قرآن شریف ہی کا معجزہ ہے کہ جو ہم تحدی کرتے ہیں کہ ہمارے بالمقابل قرآن کریم کے حقایق معارف عربی زبان میں لکھو اور کسی کو یہ قدرت نہیں ہوتی کہ مقابلہ کے لئے نکل سکے ہمارا مقابلہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے کیونکہ و آخرین منہم لما یلحقوا بہم جو فرمایا گیا ہے۔ اسوقت جو تعلیم الکتاب والحکمت ہو رہی ہے۔ اور ایک قوم کو اسوقت بھی صحابہ کیطرح اللہ تعالیٰ بنانا چاہتا ہے۔ اس کی اصلی غرض یہی ہے کہ تا قرآن شریف کا معجزہ ثابت ہو ماحصل یہ ہے کہ قرآن شریف ایسا معجزہ

(کتنے ٹکٹ منگا کر کلام سے حصولِ لاحق)

دُعاء

ادعوا ربکم تضرعا وّخفیۃ ط
ان اللہ لا یحب المعتدین ۔
ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا
وادعوہ خوفا وّطمعا ط ان رحمت اللہ
قریب من المحسنین ۔ ترجمہ یعنے
اپنے رب کو تضرع اور خوف کے ساتھ پکارو
تحقیق اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت
نہیں کرتا۔ زمین میں اصلاح کے بعد
فساد نہ کرو اور خوف اور طمع کے ساتھ
اُس سے دعا مانگا کرو۔ تحقیق اللہ کی
رحمت محسنوں کے قریب
ہے

اُس آیت شریف میں دعا کا حال اور اوسکی
قبولیت کے طریق بیان فرمائے گئے ہیں۔ تضرع
یعنی گڑگڑانا اور خوف یعنی اپنے گناہوں کی
شامت اور خدا کی عدالت سے ڈرنا دعا کے
واسطے لازمی امور ہیں۔ جسقدر کوئی دُعا ان
دو حالتوں سے خالی ہوگی اوسی قدر قبولیت
سے دُور ہوگی کیونکہ تضرع میں انتہا درجہ کا عجز و
نیاز شامل ہو جاتا ہے اور خوف میں اپنی عبودیت
و گنہگاری اور خداوند عالم کی الوہیت اور قدوسیت
کا اظہار ہوتا ہے جسقدر تضرع اور خوف کسی
انسان میں ترقی کریں اُسی قدر وہ گناہوں سے
پاک ہو کر خدا کی جناب میں مقبول اور پیارا ہو جاتا
ہے۔ برعکس اس کے جو انسان خدا کی طرف سے
لاپرواہ اور بے خوف بنا رہتا ہے۔ اسی قدر متکبر
ظالم سرکش اور بدکار ہوتا جاتا اور حدود انسانیت
سے جو عجز و نیاز راست روی اور عبودیت ہیں
خارج ہو جاتا ہے۔ جب تضرع اور خوف کی
خوبیوں سے کوئی انسان عاری ہوا تو سمجھنا
چاہیے کہ وہ انسانیت سے خارج اور جناب
الٰہی سے مردود ہوا۔ گویا کہ تضرع اور خوف
سے علیحدہ ہونا بدکاری میں پڑ جانا اور خدا کی
حضور میں غیر مقبول ہو جانا ہے چنانچہ آیۃ مذکورۃ
الصدر میں ایک طرف یہ حکم ہے کہ اپنے رب کو تضرع
اور خوف کے ساتھ پکارو۔ دوسری طرف ساتھ ہی
یہ تنبیہ ہے کہ اللہ حد سے گذر جانے والوں کو دوست
نہیں رکھتا دوسرے الفاظ میں اس آیت کریمہ کا مطلب
اس طرح پر بیان کر سکتے ہیں کہ اپنے رب کو عجز و نیاز
گریہ و زاری اور خوف کے ساتھ پکارتے رہو اگر
ایسا نہ کروگے تو تم فاسقوں اور ظالموں میں شامل
ہو جاؤگے جو اپنی زیادتیوں کی وجہ سے اس قابل نہیں
رہتے کہ خدا اون سے محبت کرے پھر دوسرے
الفاظ میں اوس کی تشریح اس طرح پر ہے
ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا
وادعوہ خوفا وطمعا ط یعنی اصلاح
کے بعد زمین میں فساد نہ کرو اور خوف و طمع کے
ساتھ اللہ سے دعائیں مانگا کرو۔ پھر اور پیارے
ہیں آئندہ الفاظ اس مطلب کو اور بھی صاف
کرتے ہیں ان رحمت اللہ قریب من المحسنین
تحقیق اللہ کی رحمت محسنوں سے قریب ہے
رحمت الٰہی جو دعاؤں کی قبولیت کا موجب
ہوتی ہے اُس کی نسبت اللہ کریم فرماتا ہے کہ
وہ نیکی کرنے والوں کے قریب ہے جب کوئی
نیک بندہ اللہ کو پکارے تو رحمت الٰہی اُس کی
قبولیت کے واسطے حرکت میں آجاتی ہے۔
الغرض مومن۔ متقی اور نیک ہونا گریہ وزاری
اور عجز و نیاز کے ساتھ دعائیں مانگنا قبولیت
کے واسطے لازمی امور ہیں برعکس اس کے
بدکاری اور ظلم کی حالت میں جو دعائیں لاپرواہی
اور بیدلی کے ساتھ کی جائیں وہ قبولیت
نہیں حاصل کر سکتی چنانچہ آیتہائے مذکورہ
الصدر میں الفاظ ذیل اس کے شاہد ہیں۔
ان اللہ لا یحب المعتدین تحقیق
اللہ حد سے گذر جانے والوں کو دوست
نہیں رکھتا قرآن مجید جو ہر ایک روحانی مسئلہ
کو طرح طرح کی تمثیلات اور ہر طرح کے پیراؤں
میں صفا اور روشن کرنا چاہتا ہے اور مقامات
میں اس مسئلہ کی تشریح اس طرح پر فرماتا ہے
وما للظالمین من انصار ظالموں کا
کوئی مددگار نہیں ان اللہ لا یھدی القوم
الفاسقین اللہ بدکاروں کو کامیابی
کے راستے نہیں دکھاتا ان اللہ لا یھدی
القوم الظالمین اللہ ظالموں کی ہدایت
نہیں کرتا وما دعاء الکافرین الا فی
ضلل نافرمانوں کی دعا یوں بھٹکتی رہتی ہے
جیسے کوئی راہ سے بھٹکا ہوا مسافر منزل
مقصود کو نہیں پہنچ سکتا اسی طرح کسی ایسے
شخص کی دُعا جو خدا کو نہیں مانتا کسی قبولیت
کو نہیں پہنچتی۔ یہی وجہ ہے کہ ظالم اور بدکار
قومیں جو خدا کی نسبت ایمان صحیح نہیں رکھتی
اور اصلاح نفس و عبودیت کے راستوں
سے دور ہیں اپنی دعاؤں کو بے اثر دیکھ کر
اون کی قبولیت سے ہی انکاری ہو گئی ہیں
اور دعا کو محض عبادت سمجھتی ہیں۔ یہ
بے ایمانی کا دوسرا درجہ ہے اوّل درجہ تو وہ
ہے کہ خدا کی ہستی ہی سے انکار کیا جاوے۔
دوئم درجہ یہ ہے کہ اُسکو کارخانہ عالم کیطرف
سے بے اختیار محض یا معطل مانا جاوے
پاک بندوں کی مخلصانہ دعائیں ضرور جناب
الٰہی تک پہنچتی اور مناسب جواب حاصل کرتی
ہیں یہ ایک پس پردہ مکالمہ ہے جو مومن بندہ
اور اُس کے رب کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ ایک
روحانی ملاقات ہے جو پاک روح کو اُس کے
مولا کے ساتھ ہوتی ہے اور ہر سائل پورے یقین
اور ایمان کے ساتھ اپنے عجز و نیاز اور توبہ و استغفار
کو رحیم و کریم مالک کے آگے پیش کرتا ہے اور اُدھر
خداوند عالم کی رحمت کامیابی کی صورت یا
تشفی سے اُس کی دلداری کرتی ہے نصرت الٰہی
کے مشاہدات اپنی زندگی میں معائنہ ہو کر مومن
کے یقین کو روز بروز ترقی ہوتی اور معرفت
بڑھتی ہے۔ دُنیا میں کوئی مذہب اور کوئی قوم
ایسی نہیں جس کی آسمانی کتابوں میں دُعا کی
تعلیم نہ ہو بلکہ کوئی فرد بشر بھی ایسا نہیں جو
دل گداز مصائب اور جانسوز تکالیف کیوقت
خود بخود اپنے رب سے مدد اور معافی کا خواستگار
نہ ہوتا ہو۔ ہاں یہ تو ضرور ہے کہ سعید اور
خدا ترس لوگ تو بات بات میں اپنے رب
کو پکارتے اپنے آپ کو ناچیز اور ناتوان
خیال کرکے اُس قادر مطلق کی مدد کے خواہاں
ہوتے ہیں ہر ایک حاجت میں اور ہر ایک دُکھ
میں جو ضرورت ہو اُس مولا سے چاہتے ہیں کوئی
دنیاوی تکلیف یا حاجت ہو یا دینی ہر ایک امر
میں خدا سے دعائیں مانگتے ہیں ان لوگوں کا
حال جیسے ایک معصوم بچہ کے مشابہ ہوتا ہے۔
جو ہر ایک ضرورت کے وقت رو دیتا اور ماں ماں
کرکے پکارتا ہے ایسے ہی یہ خدا کے پیارے
اپنے محبوب اور مولائے حقیقی کو بھی ہر ضرورت
کے وقت پکارتے ہیں اور جیسے ماں شفقت و
رحمت کے ساتھ اپنے معصوم بچہ کی کارسازی
کرتی ہے ویسے ہی رب العالمین کمال شفقت
و رحمت کے ساتھ اپنے عاجز بندے کی کارسازی
کرتا ہے۔ دوئم درجہ کے وہ لوگ ہیں جو عموماً
غفلت اور لاپروائی میں اپنی زندگی بسر کرتے
اور اپنی طاقتوں اور کوششوں کو اپنے واسطے
کافی سمجھتے ہیں۔ معمولی حالتوں میں کبھی خدا
کو یاد نہیں کرتے مگر غیر معمولی حالتوں میں ضرور
اُس کی طرف جھککر دعائیں مانگتے نذر و نیاز
مانتے اور اُس کے پاک بندوں سے دعا کا
سوال کرتے ہیں جبتک یہ لوگ خود توبہ و استغفار
نہ کریں اپنے مالک کے آگے درد دل اور عجز و نیاز
کے ساتھ نہ روئیں اُسوقت تک کوئی قبولیت
حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ لوگ دعاؤں
کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے مگر مصیبت کے وقت

فطرتی ایمان اندرونی طور پر جوش مار کر خدا کی طرف اُن کو ضرور جھکا دیتا ہے۔

سوئم درجہ کے وہ لوگ ہیں جو معمولی تکالیف میں بھی خدا کی طرف نہیں جھکتے اور نہ کوئی اُس سے مدد مانگتے ہیں۔ مگر جب ناقابل برداشت تکالیف اُنکے سر پر آپڑتی اور اون کے گھمنڈ خود روی اور بے نیازی کو توڑ کر دلوں کو شکست و مایوس کر دیتی ہیں اُسوقت یہ بھی خدا کے آگے رونے لگتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔ الغرض کوئی مذہب آسمانی ایسا نہیں جسمیں دُعاؤں کی تاکید نہ ہو اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جس کی فطرت ایک نہ ایک وقت اُس کو دعاؤں کی طرف نہ جھکاوے پھر وہ انسان کیسا لامذہب اور فطرت انسانی و مشاہدات جاودانی کی طرف سے کیسا جاہل ہے جو دعاؤں کو فضول یا غیر مقبول خیال کرتا ہے اور وہ قوم کیسی نادان ہے جس نے عدم قبولیت دعا کو اصول ایمانی میں سے قرار دیا ہے۔ تمام عالم میں دعاؤں کی آواز ہے بچے جوان اور بوڑھے سب خدا کو پکارتے ہیں۔ علم والے اور بے علم سب کے سب فطرتاً دعا کی اصلیت کے قائل ہیں۔ سارے مذہب اور ساری قومیں خدا سے دعائیں کرتی ہیں اتنا فرق ضرور ہے کہ ایک لوگ دکھ اور سُکھ تنگی اور فراخی میں ہر ایک ضرورت کے وقت خدا کی مدد ہدایت اور رحمت کے طالب رہتے ہیں اور ایک لوگ تھوڑی تکالیف کے وقت اور ایک لوگ سخت مصائب کے وقت۔ پھر کیا ایسا ایمان جو کم و بیش ہر ایک فطرت میں موجود ہے باطل ہے؟ تو پھر ماننا چاہیے کہ تمام علوم متعارفہ اور فطرتی عقائد باطل ہیں۔ اور ساتھ ہی ماننا چاہیے کہ تمام علوم انسانی باطل ہیں۔ کیونکہ تمام علوم کی بنیاد علوم متعارفہ اور فطرتی عقائد ہوتے ہیں الغرض دعاؤں کو بے حقیقت سمجھنا دہریت یا سوفسطائی کا ایک شعبہ ہے بے ایمانی و بدکاری کا ایک نتیجہ +

الغرض دعا ایک ایسا فطرتی امر ہے کہ دنیا کا کوئی ملک یا شہر اور گاؤں تو درکنار کوئی گھر بھی ایسا نہیں جسمیں دعا اور فطرتی ایمان ہونے کا ثبوت نہ ملتا ہو کہیں بڑے چھوٹوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اور کہیں چھوٹے بڑوں کے حق میں کہیں نوکر اپنے آقاؤں کے حق میں اور کہیں آقا اپنے نوکر کے حق میں کہیں دوست کو دوست دعائیں دیتا ہے کہیں دشمن کو دشمن بددعائیں سلام گڈ مارننگ جیتے رہو خوش رہو اسی فطرتی ایمان کا ظہور ہیں تمام زبانوں میں خدا تعالےٰ کے نام قاضی الحاجات

مجیب الدعوات۔ رحیم و کریم۔ ذوالفضل العظیم ہ۔

داتا بخشنہار اور غفار ہیں۔ یہ اسمائے الٰہی بھی قبولیت دعا کی طرف صاف دلالت کرتے ہیں۔ پھر ایسے عام یقین سے عمداً انکار کرنا جس پر تمام بنی نوع کی فطرتیں۔ زبانیں۔ رسومات اور عبادات شاہد ہیں اور جس پر تمام آسمانی تعلیموں کا اتفاق ہے کیسی جہالت ہے۔ کیا یہ سب کچھ باطل ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ دعا کی قبولیت سے انکار کرنا اس امر کا اقرار ہے کہ اُس کا ایمان اللہ کریم کی نسبت ناقص یا کالعدم ہے یا غفلت و بدکاری کذب و ریا اور ظلم و تکبر کی وجہ سے ایسا مردود ہو گیا ہے کہ خدا کی جناب میں اُس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اس لئے قبولیت دعا سے انکار کر بیٹھا ہے اپنے آقا سے انعامات کی امید اُس نوکر کو ہوتی ہے جو خلوص اور خوشدلی کے ساتھ خدمت کرتا رہا ہو اور ہمیشہ ہر طرح پر اس کو خوش رکھتا ہو جو نوکر اپنے آقا کی مرضی کے خلاف چلے اس کو بخیل بے رحم اور ظالم خیال کرتا ہے اور اپنی بدظنی بے ایمانی اور بدچلنی سے ہمیشہ اُس کو ناخوش رکھے وہ اُس سے انعامات کی کیا امید کر سکتا ہے۔ وفادار خیر خواہ مستعد اور فرمانبردار نوکر کو اپنے آقا سے ہر طرح کی بھلی امید ہوتی اور اُس کی التجائیں قبول ہوتی ہیں برعکس اُس کے بے وفا بدخواہ سُست اور نافرمان نوکر کو ہمیشہ اپنے آقا سے خوف رہتا اور اُس کی التجائیں بجائے قبولیت کے ..... نفرت اور غضب پیدا کرتی ہیں یہی حال نیک اور بد کی دعاؤں کا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ان الذین آمنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ اولٰئک یرجون رحمت اللّٰہ واللّٰہ غفور الرحیم ہ تحقیق جو لوگ ایمان پر قائم رہتے خدا کے واسطے وطنوں کو چھوڑتے اور جان و مال سے ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ غفور اور رحیم ہے اِس آیت سے ظاہر ہے کہ قبولیت دعا کے واسطے سب سے پہلے صفات باری تعالےٰ پر صحیح ایمان ہونا اور پھر اُس ایمان کے مطابق اپنے عقاید اعمال اور عادات کو درست رکھنا ضروری ہے۔ جو قوم خدا کو معطل یا نادار و یا بے اختیار محض مانتے وہ اُس کے فضل و کرم کی کیا امید کر سکتی ہے۔ دوئم درجہ پر خوشنودی رب العالمین کے واسطے تکالیف اوٹھانا اور

ہر طرح کی محنت برداشت کرنا ضروری ہیں خواہ وطن چھوڑنا پڑے یا جنگ و جدال تک کا سامنا ہو کسی طرح احکام الٰہی سے باہر نہ جائے الغرض جو لوگ ایمان و اعمال اور جد و جہد کے ساتھ خدا کے سچے بندے اور سچے پرستار بنے رہتے ہیں ہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہوتے اور اونہیں کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں اللہ کریم کے دو اسمائے ہیں جو قبولیت دعا کے موجب ہوتے ہیں۔

اول غفور دوئم رحیم غفور کے معنے ہیں بہت بخشنے والا اور رحیم کے معنے بہت رحم کھانے والا جب کوئی مومن بندہ اپنے خدا سے کچھ مانگتا ہے تو اُس کی غفاری بہت سارے گناہوں کو بخش دیتی ہے۔ ساتھ ہی اُس کی رحمت حرکت میں آکر اُس کی دعا کو قبول فرماتی یا کسی اور بہتر طریق سے اطمینان کر دیتی ہے۔ اس طرح پر ایک باایمان سائل اون انعامات کا مستحق ٹھہر جاتا ہے جو کسی محنت یا شامت اعمال کیوجہ سے اسکو نہیں مل سکتے تھے۔ یہی سلسلہ ہم دنیاوی معاملات میں بھی شب و روز ملاحظہ کرتے ہیں۔ ایک وفادار نوکر کی کسی سستی یا غفلت سے اگر اُس کا آقا ناراض ہو کر اُس کی ترقی کو روک دے تو اُس کی توبہ اور التجا کرنے پر فوراً بخشدیتا اور فراخدلی کے ساتھ اپنی حد اختیار کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ پر خدا کی بخشش اور رحمت تو بے حد و بے انتہا ہے جیساکہ قرآن کریم فرماتا ہے لاتقنطوا من رحمت اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا ہ اللہ کی رحمت سے نا امیدی مت کرو تحقیق اللہ تمام گناہوں کو بخشدیتا ہے ہمارے ایمان اور اعمال کیسے ہی خراب کیوں نہ ہوں۔ اور جناب باری سے ہم کیسے ہی مردود کیوں نہ ہو گئے ہوں ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیے کیونکہ وہ تمام گناہوں کو بخشدیتا اور رحمت بھیجنے کے واسطے طیار ہوتا ہے۔ قبولیت دعا اور رحمت کے بارے ہمارے گناہ ہوتے ہیں مگر جب اللہ کریم تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ پھر کیوں مایوس ہوں رحمت الٰہی سے مایوس ہونا گمراہی کی دلیل ہے جیساکہ قرآن کریم فرماتا ہے ومایقنط من رحمت ربہ الا القوم الضالون اپنے رب کی رحمت سے کوئی نا امید نہیں ہوتے مگر گمراہ لوگ اُس قوم کے دین اور عقل پر افسوس جو خدا کو بخشش اور رحمت کے صفات میں بے اختیار مانتے اور دعاؤں کو محض ایک طریق عبادت خیال کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک دعائیں ایک قسم کی جھوٹی عبادات ہیں یہ نتیجہ اُس بیجا تحریف کا ہے جو مجوب اور بیدین لوگوں نے کلام الٰہی کی تفسیر میں کیا۔

ذکر و فکر

هل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا تتفکرون وفی الارض اٰیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون ان شر الدواب عند الله الصم البکم الذین لا یعقلون وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا هذا القراٰن مهجورا ۔

کیا اندھا اور سوجاکھا برابر ہو سکتے ہیں پس کیا تم فکر نہیں کرتے یقین لانے والوں کے لئے زمین میں اور خود تمہارے نفسوں میں نشانیاں ہیں تو کیا تم نہیں دیکھتے اللہ کے نزدیک شریر ترین حیوانا وہ گونگے اور بہرے ہیں جو عقل نہیں خرچ کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو نکما اس بنا لیا ۔

ا ۔ قرآن مجید انسان کے اندر ذکر و فکر کی قوتیں پیدا کرنی چاہتا اور خود سراسر وعظ و نصیحت ہے ۔ سچے قصوں اور واقعی مثالوں سے انسان کو ہدایت اور خبردار کرتا اور حیوانی زندگی کے علاوہ ایک روحانی زندگی بخشنا چاہتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے ان هو الا ذکر للعٰلمین یہ تمام جہانوں کے واسطے نصیحت ہی نصیحت ہے پھر فرماتا ہے ان هو الا ذکریٰ للبشر ! یہ تو بشر کے واسطے نصیحت ہی نصیحت ہے پس لازم تھا کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اس عام نصیحت نامہ کے ترجمہ ہو کر عام طور پر شایع کئے جاتے مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ابھی تک کچھ توجہ نہیں کی اور اس کے چھپائے رکھنے کا تمام وبال اٹھا رہے ہیں بلکہ جو تراجم آجتک اردو یا فارسی میں ہوئے خود بھی اون سے استفادہ نہیں کرتے جو عربی کے عالم و فاضل کہلاتے ہیں وہ بھی اس کے معنے اور مطالب سے کچھ مذاق نہیں رکھتے ۔ عربی دانی کا بڑا گھمنڈ صرف و نحو کے بڑے فاضل مگر قرآن کے میدان میں اندھے بے بصر ہیں ایک فاضل اجل کو میں نے خود دیکھا جو ایک بڑے شہر کا قاضی و مفتی تھا حدیث و فقہ سے واقف قرآن کا حافظ ۔ مگر قرآنی مضامین سے مطلق ناآشنا تھا جب کبھی کسی قرآنی آیت کے معنے اس سے دریافت کئے جاتے تو تفسیریں منگوا کر مطالعہ کیا کرتا ۔ مجھے ایسے مولویوں کو دیکھکر ہمیشہ سخت رنج ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک کاغذ کے برابر بھی قرآن کی عزت نہیں سمجھی کیونکہ اگر یہ لوگ قرآن کی کچھ بھی قدر کرتے تو ضرور تھا جہان اور صدہا کتابیں بامعنے پڑھیں اسکو بھی پڑھ لیتے ۔ ایک مولویصاحب نے بیان کیا کہ تمام علوم قرآن کے خادم ہیں اور جو علم قرآن فہمی کی غرض سے پڑھا جاوے وہ ناجایز ہے ورنہ ناجائز مگر اس مولویصاحب کا یہحال کہ اور علوم عربیہ یعنی صرف و نحو ۔ معقول و منقول ۔ حدیث و فقہ سے خاصے واقف مگر قرآن سے ناآشنا محض تھے ۔ ہاں بے معنی طور پر ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے مگر معنوں سے سخت لاپروائی مغائرت اور تنفر تھا ۔ کیا جس کتاب کا نام تذکرۃ للعٰلمین ہے اوسکا یہی حق ہے کہ بیمعنے پڑھی جاوے اور کبھی بھی غور و فکر تو کیا ۔ معانی کی طرف خیال بھی نہ کیا جاوے ۔ اگر مولوی لوگ ایک ادنےٰ خیال کے ساتھ بھی تلاوت قرآن کریں تو ضرور ہے کہ خود بخود انکشاف ہوتا جایا کرے مگر اونکی ناآشنائی اور بے خبری ثابت کرتی ہے کہ معانی کی طرف سے عمداً لاپروائی اور نفرت ہے جس تواتر اور شد و مد کے ساتھ قرآن مجید غور و فکر اور تدبر و تعقل کے واسطے زور دیتا ہے اگر اوس کا مفصل بیان کیا جاوے تو علیحدہ جلدیں درکار ہوں فی الحقیقت تمام قرآن اسی بیان سے بھرا ہوا ہے ذیل میں ہم محض چند آیات مثال کے طور پر درج کرتے ہیں ۔

کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا اٰیاته ولیتذکر اولو الالباب

برکت والی کتاب ہے جو ہمنے تمہاری طرف اوتاری ہے تاکہ لوگ اوسکی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل دانش لوگ نصیحت پکڑیں مگر افسوس تدبر اور تفکر سے کچھ واسطہ نہیں رہا بلکہ اس آیت کے خلاف شب و روز عمل ہو رہا ہے کسی کو بھی اس خلاف ورزی پر ندامت پیدا نہیں ہوتا ۔ مولوی لوگ خلاف عمل دیکھکر ایسی آیات کے معنے سے ہی دل چرا جاتے ہیں

ان هو الا ذکر و قراٰن مبین لینذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین

یہ تو نری نصیحت اور عام فہم قرآن ہے تاکہ زندہ دل لوگ اس سے ڈرائے جاویں اور منکروں پر حجت قایم ہو پس چونکہ خلاف اور بدعملی کی وجہ سے لوگ مردہ دل ہو گئے ہیں اس لئے نہ تو کوئی اسکو نصیحت سمجھتا ہے نہ کوئی عام فہم اور صاف صاف خیال کرتا ہے بلکہ اپنے اوپر حجت الٰہی قایم کر رہے ہیں ۔ افسوس اون مولویوں پر جو علمیت کا دعوے کریں اور قرآن کی ایسی عبرتناک آیات سے عمداً غافل بنے رہیں بلکہ اس کے معنے کو غیر ضروری اور مہمل سمجھکر بے معنے تلاوت کرتے رہیں ۔

وانزلنا فیها اٰیٰت بینٰت لعلهم یتذکرون اور ہم نے اس میں صاف صاف آیتیں اوتاری ہیں تاکہ وہ سمجھیں اور نصیحت پکڑیں اس آیت شریفہ میں اون تمام بیہودہ وساوس کی تردید ہے جو قرآن کو مشکل اور مجمل جتاکر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسکا بے معنی پڑھنا ہی ٹھیک ہے یہ کیسا کفر اور کیسا بہتان ہے ۔

وکذلک انزلناه قراٰنا عربیا و صرفنا فیه من الوعید لعلهم یتقون او یحدث لهم ذکرا ۔ اور ایسا ہی ہم نے اوس کو عربی زبان کا قرآن اوتارا ہے اور اسمیں طرح طرح پر ڈراوے سنادئے ہیں تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا اوس کے ذریعہ سے اون کے دلوں میں غور و فکر پیدا ہو ہائے افسوس جو کتاب خوف دلانے والی اور غور و فکر پیدا کرنے کے واسطے نازل ہوئی اُسی کو انتہا درجہ کی غفلت اور جہالت کا ذریعہ بنا لیا گیا یہی ایمانداری اور اسلام ہے کہ صریح آیات قرآنی کی ایسی سخت مخالفت کیجاوے

ما انزلنا علیک القراٰن لتشقیٰ الا تذکرة لمن یخشیٰ ہمنے تجھپر قرآن اسواسطے نازل نہیں کیا کہ تو مشقت اوٹھاوے بلکہ ہر خدا ترس کے واسطے یہ ایک نصیحت ہے ۔

مولویو بزرگو سنو ! قرآن کا یہی حق نہیں کہ کہ اندھے طور پر اس کے حفظ کرنے میں مشقت اوٹھائی جاوے بلکہ یہ ایک نصیحت ہے جبکہ مفتاح القرآن نے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن مجید کا بامعنے پڑھنا مادری زبان کی کتابوں سے بھی آسان تر ہے اور خود قرآن کریم بار بار شد و مد کے ساتھ اُس کی آسانی کی شہادت دیتا ہے پھر ذاتی مشاہدہ اور قرآنی آیات کی کیوں عمداً تکذیب کرتے اور اوس کے خلاف پر جمے ہوئے ہو ۔ کیوں اوس کے بامعنے پڑھنے کا رواج نہیں دیتے ہو خاص کر ایسے وقت میں جبکہ فضل ایزدی سے مفتاح القرآن جیسی ایک کلید ہاتھ آگئی ہے ۔ ولقد صرفنا فی هذا القراٰن لیذکروا وما یزیدهم الا نفورا ۔ ہمنے اس قرآن میں طرح طرح سے سمجھایا ہے تاکہ وہ سمجھیں مگر اون کو نفرت ہی نفرت زیادہ ہوتی ہے ۔ عبرت ! عبرت !! عبرت !!! کن لوگوں کی شان میں یہ آیت ہے اور مسلمانوں کے حال پر کیسی صادق آتی ہے

صبح کی سیر

۱۰ مئی ۱۹۰۳ء

فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جیسے ایک طرف بغض و حسد کرنیوالے ہمارے دشمن موجود ہیں ویسے ہی ان کے بالمقابل وہ لوگ بھی ہیں جو کہ اسی تحریک سے راہ راست کی طرف آجاتے ہیں۔ ماموروں کا زمانہ بھی ایک قیامت ہے جیسے کہ یوم جزا کے دن دو فریقوں میں تقسیم ہو جاویگی یعنی فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر ایسے ہی ماموروں کی بعثت کے وقت بھی دو فریق ہو جاتے ہیں۔

پیشگوئی کا پورا ہونا اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ جیسے تقریباً سات سو برس پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہا گیا اور مسیح علیہ السلام کے وقت پورا ہوا ویسا ہی آپ کے تیرہ سو برس بعد چودھویں صدی میں ہمارے زمانہ میں پورا ہو رہا ہے۔

ملائکہ اور شیطان فرمایا کہ اہل عرب اس قسم کے استثنا کے وجود میں رکھا کرتے ہیں صرف و نحو میں بھی اگر دیکھا جاوے تو ایسے استثنا بکثرت ہوا کرتے ہیں اور ایسی نظیریں موجود ہیں جیسے کہا جاوے کہ میرے پاس ساری قوم آئی مگر گدھا اس سے یہ سمجھنا کہ ساری کی ساری قوم جنس حمار میں سے تھی غلط ہے کان من الجن کے بھی یہ معنے ہوئے کہ وہ فقط ابلیس ہی قوم جن میں سے تھا ملائکہ میں سے نہیں تھا ملائک ایک الگ پاک جنس ہے اور شیطان الگ۔ ملائکہ اور ابلیس کا راز ایسا مخفی در مخفی ہے کہ بجز آمنّا و صدقنا کے انسان کو چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اقتدار و دخل نہیں دیا مگر وسوسہ اندازی میں وہ محرک ہے جیسے ملائکہ پاک تحریکات کے محرک ہیں ویسے ہی شیطان ناپاک جذبات کا محرک ہے۔ ملائکہ کی منشاء ہے کہ انسان پاکیزہ و مطہر ہو اور اس کے اخلاق عمدہ ہوں اور اس کے بالمقابل شیطان چاہتا ہے کہ انسان گندہ اور ناپاک ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ قانون الٰہی ملائکہ و ابلیس کی تحریکات کا دوش بدوش چلتا ہے لیکن آخر کار ارادہ الٰہی غالب آجاتا ہے۔ گویا ابلیس پر وہ ایک جنگ ہے جو خود بخود جاری رہ کر آخر قادر و مقتدر حق کا غلبہ ہوجاتا ہے اور باطل کی شکست۔

مجہول الکنہ اشیاء چار چیزیں ہیں جنکی کنہ و راز کو معلوم کرنا انسان کی طاقت سے بالاتر ہے

اول۔ اللہ جلشانہ
دویم۔ روح
سویم۔ ملائکہ
چہارم۔ ابلیس

جو شخص ان چاروں میں سے خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل ہے اور اس کے صفات الوہیت پر ایمان رکھتا ہے۔ ضرور ہے کہ وہ بقیہ اشیاء روح و ملائکہ و ابلیس پر ایمان لاوے۔

مثلاً روح جیسے انسان کے اندر داخل ہوتی معلوم نہیں ہوتی ویسے ہی اسمیں سے خارج ہوتی بھی معلوم نہیں ہوتی۔ انسان کو ہر حال میں رضائے الٰہی پر چلنا چاہئے اور کارخانہ الٰہی میں دخل بیہودہ نہیں دینا چاہئے۔ تقویٰ اور طہارت اطاعت و وفا میں ترقی کرنی چاہئے اور یہ سب باتیں تب ممکن ہیں جب انسان کامل ایمان اور یقین سے ثابت قدم رہے اور صدق و اخلاص اپنے مولا کریم سے دکھلاوے اور وہ باتیں جو علم الٰہی میں مخفی ہیں اسکے کنہ کے معلوم کرنے میں بے سود کوشش نہ کرے۔ مثلاً ملیا قبض کو دور کرتی ہے اور سم الفار ہلاک کرتا ہے اب کیا ضرورت پڑی ہے کہ بے فائدہ اس بحث میں بھاگے پھرے کہ کون سی شے ہے جو یہ اثر کرتی ہے طبیب کا کام ہے کہ ان کے خواص کو معلوم کرے اور یہ سوال کہ کیوں یہ خواص پیدا ہو گئے حل کیا کرے جو شخص ہر ایک چیز کی خواص و ماہیت دریافت کرنے کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ نادانی سے کارخانہ ربی اور اوس کی منشاء سے بالکل ناواقف و نابلد ہے اگر کوئی کہے کہ شیطان و ملائکہ دکھلاؤ تو کہنا چاہئے کہ تمہارے اندر یہ خواص کہ بیٹھے بٹھائے آناً فاناً بدی کی طرف متوجہ ہو جانا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی ذات سے بھی منکر ہو جانا اور کبھی نیکی میں ترقی کرنا اور انتہا درجہ کی انکسار و فروتنی و عجز و نیاز میں گر جانا یہ اندرونی کششیں جو تمہارے اندر موجود ہیں ان سب کی محرک جو قوتیں ہیں وہ ان ہی الفاظ ملائک و شیطان کے وجود میں مجسم ہیں

سعادت اسی میں ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لایا جاوے اور اسکو حاضر و ناظر یقین کیا جاوے اور اس کی عین موجودگی کا تصور دل میں رکھ کر ہر ایک بدی اور ناراستی سے پرہیز کیا جاوے۔ یہی بڑی دانش و حکمت ہے اور یہی معرفت الٰہی کا سیراب کرنے والا شیریں سوتہ ہے جس سے اور جس کے لئے اہل اللہ .... ایک ریگستان کے پیاسے کی طرح آگے بڑھ کر خوش خرمی سے پیتے ہیں اور یہی وہ آب کوثر ہے جو مولائے کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے اپنے اولیاء و اصفیاء کو پلاتا ہے۔

مومن چونکہ خدا تعالیٰ کی معرفت کا محتاج ہے اور ہر کوئی اسی کی طرف نظر اٹھائے دیکھ رہا ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے بھی یہ دروازہ پورے طور پر کھلا ہوا ہے۔ جوں جوں انسان اس راہ میں کوشش کریگا توں توں وہ رحمت اس پر کھلتا جاویگا

دنیا میں بے انت ایسی چیزیں ہیں جس کی ہمیں خبر بھی نہیں پر ایسی چیزوں کے دریافت کے پیچھے سرگردان ہونا کونسی عقلمندی ہے ..... کونسی چیز ہے جسکی تحقیق انسان نے پورے طور سے کر لی جو چیز اللہ جلشانہ نے انسان کے لئے چنداں مفید نہیں سمجھی وہ پورے طور پر انسان پر منکشف بھی نہیں ہوتی پس جو ہر ایک چیز کو دریافت کرنا چاہتا ہے وہ خدا بننا چاہتا ہے جس راہ پر انسان پہنچ نہیں سکتا چاہئے کہ اوسے چھوڑ دے۔ انسان کو جو کچھ کہ دیا گیا ہے اس پر قانع رہے اگر یہ ترغیب کرے کہ آسمان کے درخت کا پھل آوے تو میں کھاؤں حالانکہ اسکا ہاتھ وہاں پہنچ بھی نہیں سکتا تو وہ مجنوں ہے ہاں جب اللہ تعالیٰ اسکی فطرت میں یہ قوتیں پیدا کر دے کہ آسمان تک پہنچ سکے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ آسمان ہی کے پھل بھی کھا وے۔

گناہ سے کیسے بچ سکتے ہیں انسان گناہ سے کیسے بچ سکتا ہے اس کا علاج یہ تو بالکل نہیں کہ عیسائیوں کی طرح ایک کے سر میں درد ہو تو دوسرا اپنے سر میں پتھر مارے اور پہلے کا درد سر دور ہو جاوے **در اصل انسان کا حد اعتدال سے گذر جانا ہی گناہ کا موجب ہوتا ہے** اور رفتہ رفتہ وہ بات پھر عادت میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ سوال کہ یہ عادت کیونکر دور ہو سکتی ہے اکثر لوگوں کا اعتقاد ہے کہ یہ عادت دور نہیں ہو سکتی اور عیسائیوں کا تو پختہ یقین و ایمان ہے کہ عادت یا خصلت ثانی ہرگز دور نہیں ہو سکتی اور نہ بدل سکتی ہے مسیح کفارہ کو ماننے پر یہ تو نہیں ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ سے بالطبع نفرت کرنے لگ جاوے نہیں لیکن اس کفارہ کے طفیل اخروی عذاب سے نجات پا جائے گا۔ یہی اعتقاد ہے جو روکنے سے انسان خلیع الرسن ہو کر بدکاریوں اور ناسزا امور میں دل کھول کر ترقی کرتا ہے

اپنی جماعت سے خطاب ہماری جماعت کو اس پر توجہ کرنی چاہئے کہ ذرا سا گناہ خواہ کیسا ہی چھوٹا ہو جب گردن پر سوار ہو گیا تو رفتہ رفتہ انسان کو کبیرہ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے طرح طرح کے عیوب مخفی رنگ میں انسان کے اندر ہی اندر ایسے رچ جاتے ہیں کہ اس سے نجات مشکل ہو جاتی ہے

انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے اپنے تئیں شامت اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے اللہ کی راہ میں جبتک انسان

یعنے آپ کو سب سے چھوٹا نہ سمجھے گنہگار انہیں شمار کیا ہے سچ کہا ہے سے

بھلا ہوا ہم نیچ بھئے ہر کو کیا سلام
جے ہوتے گھر اونچ کے ملتا کہاں بھگوان

یعنے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم چھوٹے گھر میں پیدا ہوئے اگر عالی خاندان میں پیدا ہوتے تو خدا نہ ملتا جب لوگ اپنی اعلیٰ ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی ذات بافندہ پر نظر کر کے شکر کرتا پس انسان کو چاہیئے کہ ہر لحظہ اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیا چیز ہوں میری کیا ہستی ہے ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا بہر نہج وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشرطیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو فرد بالعموم ناقابل و ہیچ جان لے گا۔ انسان جبتک ایک غریب و بیکس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلیٰ نسب عالی جاہ انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہیئے اور ہر ایک طرح کے غرور رعونت وکبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے وہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جس قدر نیک اخلاق ہیں تھوڑی سی کمی بیشی سے وہ بد اخلاقی میں بدل جاتے ہیں اللہ جل شانہ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنے دعا۔ جب کوئی شخص بکاء و زاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اوس کو پاکیزگی و طہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اس پر اسقدر کر دیتا ہے کہ بیجا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے کیا سبب ہے کہ انسان باوجود خدا کو ماننے کے بھی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا درحقیقت اسمیں ایک دہریت کی رگ ہے اور اس کو پورا پورا یقین و ایمان اللہ پر نہیں ہوتا ورنہ اگر وہ جانتا کہ کوئی خدا ہے جو حساب و کتاب لینے والا ہے اور ایک آن میں اس کو تباہ کر سکتا ہے تو وہ کیسے بدی کر سکتا۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا دراں حالیکہ وہ مومن ہے اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا دراں حالیکہ وہ مومن ہے بدکرداریوں سے نجات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ یہ بصیرت اور معرفت پیدا ہو کہ خدا کا غضب ایک ہلاک کرنیوالی بجلی کیطرح گرتا اور بھسم کرنیوالی آگ کی طرح تباہ کر دیتا ہے تب عظمت الٰہی دل پر ایسی مستولی ہو جاتی ہے کہ سب افعال بد اندر ہی اندر گداز ہو جاتے ہیں۔

حقیقی نجات] پس نجات معرفت میں ہی ہے معرفت ہی سے محبت بڑھتی ہے اس لئے سب سے اول معرفت کا ہونا ضروری ہے۔ محبت کے زیادہ کرنیوالی دو چیزیں ہیں حسن اور احسان۔

جس شخص کو اللہ جلشانہ کا حسن اور احسان معلوم نہیں وہ کیا محبت کریگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط
یعنے کفار جنت میں داخل نہ ہونگے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گذر نہ جائے۔

مفسرین اس کا مطلب ظاہری طور پر لیتے ہیں مگر میں یہی کہتا ہوں کہ نجات کے طلبگار کو خدا کی راہ میں نفس کے شتر بے مہار کو مجاہدات سے ایسا دبلا کر دینا چاہیئے کہ وہ سوئی کے ناکہ میں سے گذر جائے جب تک نفس دنیوی لذائذ و شہوانی حظوظ سے موٹا ہوا ہوا ہے تب تک یہ شریعت کے پاک راہ سے گذر کر بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا

دنیوی لذات پر موت وارد کرو اور خوف و خشیت الٰہی سے دبلے ہو جاؤ تب تم گذر سکو گے اور یہی گذرنا تمہیں جنت میں پہنچا کر نجات اخروی کا موجب ہوگا

مقدمہ

جہلم میں جو نگرانی مولوی کرم الدین کی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حکیم فضل الدین صاحب و مولوی عبداللہ صاحب و ایڈیٹر الحکم کے برخلاف بعدالت سیشن جج بہادر دائر ہوئی تھی اور جس کی پیشی ۱۵ مئی کو تھی..... وہ ۲۹ - مئی ۱۹۰۳ء کو خارج ہو گئی -

فالحمد للہ علیٰ ذالک

موعظۃ الحسنہ

اپنی جماعت کی خیر خواہی کیلئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کیجاوے کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے۔ کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

ہماری جماعت کے لئے خاصکر تقوے کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جسکا دعویٰ ماموریت کا ہے۔ تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رو بہ دنیا تھے۔ ان تمام آفات سے نجات پاویں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی۔ اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کیلئے دکھ نہ اٹھایا جاوے۔ بیمار اچھا نہیں ہو سکتا ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں صغائر سے وہی چھوٹا داغ ہے بڑھکر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے رحیم و کریم ہے ویسے ہی قہار اور منتقم بھی ہے ایک جماعت کو جب دیکھتا ہے۔ کہ ان کا دعوے اور لاف و گزاف تو کچھ ہے۔ اور انکی عملی حالت کچھ اور ہے تو اوس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وہ کفار کو بھی تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ قوم لا الہ الا اللہ تو پکارتی ہے۔ لیکن اوس کا دل کسی اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل رو بدنیا ہے۔ تو پھر اوسکا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اوس کا قول و فعل کہانتک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے پھر جب دیکھے کہ اوسکا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھے کہ وہ مورد غضب الٰہی ہوگا جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو۔ وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا۔ بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اوس کا اندرونہ کیسا ہے اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اوس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ.... تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے محض زبانی دعوے کرتی ہے۔ وہ غنی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی ہر طرح فتح کی امید تھی۔ لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے یعنے ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔ پس ہمیشہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہانتک ترقی کی ہے اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اوس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے جیسے کہ فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ س ۲۸ - جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اوس کیلئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اوس کے علم و گمان میں نہ ہوں یعنے یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا

خدا ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اوس کا کام ہی نہیں چل سکتا اس لئے وہ دروغگوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہوجاتا اور اُسے ایسے موقع سے بچالیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو خدا نے اُسے چھوڑ دیا جب رحمٰن نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔

یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے وہ بڑی طاقت والی ذات ہے جب اوس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ س ۲۸۔ لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہل دین تھے۔ اُن کی ساری فکریں محض دینی امور کیلئے تھیں اور اون کے دنیوی امور حوالہ بخدا تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُنکو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

غرض برکات تقویٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو ان مصائب سے مخلصی بخشتا ہے جو دینی امور کے حارج ہوں۔

ایسا ہی اللہ تعالیٰ متقی کو خاص طور پر رزق دیتا ہے یہاں میں معارف کے رزق کا ذکر کرونگا۔

آنحضرتؐ کو باوجود اُمّی ہونے کے تمام جہان کا مقابلہ کرنا تھا۔ جسمیں اہل کتاب۔ فلاسفر اعلیٰ درجہ کے علمی مذاق والے لوگ اور عالم فاضل شامل تھے۔ لیکن آپکو روحانی رزق اسقدر ملا کہ آپ سب پر غالب آئے اور اون سب کی غلطیاں نکالیں۔

یہ روحانی رزق تھا کہ جسکی نظیر نہیں۔ متقی کی شان میں دوسری جگہ یہ بھی آیا ہے۔ ان اولیاؤہ الا المتقون س ۹۔ اللہ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوست۔ پس یہ کیسی نعمت ہے۔ کہ تھوڑی سی تکلیف سے خدا کا مقرب کہلاوے۔ آج کل زمانہ کسقدر پست ہمت ہے۔ اگر کوئی حاکم یا افسر کسی کو یہ کہدے کہ تو میرا دوست ہے یا اوسکو کرسی دے اور اس کی عزت کرے۔ تو وہ کتنی شیخی کرتا ہے۔ فخر کرتا پھرتا ہے۔ لیکن اوس انسان کا کسقدر افضل رتبہ ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ اپنا ولی یا دوست کہہ کر پکارے اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ جیسے کہ حدیث بخاری میں وارد ہے۔ لایزال یتقرب عبدی بالنوافل حتی احبتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا ولی ایسا قرب میرے ساتھ بذریعہ نوافل کے پیدا کرلیتا ہے۔ الخ۔۔۔

انسان جسقدر نیکیاں کرتا ہے اون کے دو حصے ہوتے ہیں ایک فرائض۔ دوسرے نوافل۔ فرائض یعنے جو انسان پر فرض کیا گیا ہو جیسے قرضہ کا ادا کرنا یا نیکی کے مقابل نیکی۔ ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا یہ نوافل ہیں۔ یہ بطور تکملات اور متممات فرائض کے ہیں۔ اسی حدیث میں بیان ہے۔ کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہوتی ہے مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اُن کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتی کہ۔۔۔۔۔ زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ بولتے ہیں بات یہ ہے کہ جب انسان جذبات نفس سے پاک ہوتا اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے۔ اوسکا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک فعل خدا کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ جہاں لوگ ابتلا میں پڑتے ہیں۔ وہاں یہ امر ہمیشہ ہوتا ہے کہ وہ فعل خدا کے ارادہ کے مطابق نہیں ہوتا خدا کی رضا اوس کے برخلاف ہوتی ہے ایسا شخص اپنے جذبات کے نیچے چلتا ہے مثلاً غصہ میں آکر کوئی ایسا فعل اوس سے سرزد ہوجاتا ہے جس سے مقدمات بن جایا کرتے ہیں۔ فوجداریاں ہوجاتی ہیں مگر اگر کسی کا یہ ارادہ ہو کہ بلا استصواب کتاب اللہ اوسکا حرکت و سکون نہ ہوگا اور اپنی ہر ایک بات پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے گا۔ تو یقینی امر ہے کہ کتاب اللہ مشورہ دیگی۔ جیسے فرمایا ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ س ۷۔ سو اگر ہم یہ ارادہ کریں کہ ہم مشورہ کتاب اللہ سے لینگے تو ہم کو ضرور مشورہ ملے گا۔ لیکن جو اپنے جذبات کا تابع ہے وہ ضرور نقصان ہی میں پڑے گا۔ بسا اوقات وہ اسجگہ مواخذہ میں پڑے گا سو اوس کے مقابل اللہ نے فرمایا کہ ولی جو میرے ساتھ بولتے چلتے کام کرتے ہیں وہ گویا اوسمیں محو ہیں۔ سو جسقدر کوئی محویت میں کم ہے وہ اتنا ہی خدا سے دور ہے۔ لیکن اگر اوس کی محویت ویسی ہی ہے جیسا خدا نے فرمایا۔ تو اوس کے ایمان کا اندازہ نہیں۔ اون کی حمایت میں رسول اللہ صلعم فرمایا ہو من عادی ولیاً فقد اٰذنتہ للحرب

جو شخص میرے ولی کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہے اب دیکھ لو کہ متقی کی شان کسقدر بلند ہے۔ اور اس کا پایہ کسقدر عالی ہے جسکا قرب خدا کی جناب میں ایسا ہے کہ اوس کا ستایا جانا خدا کا ستایا جانا ہو تو خدا اوس کا کسقدر معاون و مددگار ہوگا۔ لوگ بہت سی مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں لیکن متقی بچائے جاتے ہیں بلکہ اُن کے پاس جو آجاتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔ مصائب کی کوئی حد نہیں۔ انسان کا اپنا اندر اسقدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اسکا کوئی اندازہ نہیں۔ امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزارہا مصائب پیدا کرنے کو کافی ہیں۔ لیکن جو تقویٰ کے قلعہ میں ہوتا ہے وہ اُن سے محفوظ ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک ایسے جنگل میں ہے جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ متقی کے لئے ایک یہ بھی وعدہ ہے۔ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ۔ الآیہ۔ س ۱۱۔ یعنی جو متقی ہوتے ہیں۔ ان کو اسی دنیا میں بشارتیں سچی خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ صاحب مکاشفات والہامات ہوجاتے ہیں مکالمات کا شرف حاصل کرتے ہیں وہ بشریت کے لباس میں ہی ملائکہ کو دیکھ لیتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الخ۔ س ۲۴۔ یعنے جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت دکھلاتے ہیں الخ۔ یعنے ابتلا کے وقت ایسا شخص دکھلاتا ہے کہ جو میں نے منہ سے وعدہ کیا تھا وہ عملی طور سے پورا کرتا ہوں۔ کیونکہ ابتلا ضروری ہے۔ جیسے یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون۔ س ۲۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور استقامت کی اُن پر فرشتے اوترتے ہیں۔ مفسروں کی غلطی ہے۔ کہ فرشتوں کا اوترنا نزع میں ہے۔ یہ غلط ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دل کو صاف کرتے ہیں اور نجاست اور گندگی سے جو اللہ سے دور رکھتی ہے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں۔ ان میں سلسلہ الہام کے لئے ایک مناسبت پیدا ہوجاتی ہے سلسلہ الہام شروع ہوجاتا ہے۔ پھر متقی کی شان میں ایک جگہ فرمایا۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ س ۱۱۔ یعنی جو اللہ کے ولی ہیں ان کو کوئی غم نہیں جسکا خدا متکفل ہو اسکو کوئی تکلیف نہیں کوئی مقابلہ کرنیوالا ضرر نہیں دے سکتا۔ اگر خدا ولی ہوجاوے۔ پھر فرمایا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ س ۲۴۔ یعنے تم اس جنت کے لئے خوش ہو جس کا تم کو وعدہ ہے۔ قرآن کی تعلیم سے پایا جاتا ہے کہ انسان کے لئے دو جنت ہیں۔ جو شخص خدا سے پیار کرتا ہے کیا وہ ایک جلنے والی زندگی میں رہ سکتا ہے جب اسجگہ ایک حاکم کا دوست دنیوی تعلقات میں ایک قسم کی بہشتی زندگی میں ہوتا ہے تو کیوں نہ اون کے لئے دروازہ جنت کا کھلے جو اللہ کے دوست ہیں۔ اگرچہ دنیا پر تکلیف ومصائب ہے۔ لیکن کسی کو کیا خبر وہ کیسی لذت اوٹھاتے ہیں۔ اگر اون کو رنج ہو تو آدھ گھنٹہ تکلیف اوٹھانا بھی مشکل ہے حالانکہ وہ تو تمام عمر تکلیف میں رہتے ہیں۔ ایک زمانہ کی سلطنت ان کو دے کر اون کو اپنے کام سے روکا جاوے تو وہ کب کسی کی سنتے ہیں۔ اسی طرح خواہ مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں وہ اپنے ارادہ کو نہیں چھوڑتے۔ ہمارے ہادی کامل کو یہ دونوں باتیں دیکھنی پڑیں۔ ایک وقت تو طائف میں پتھر برسائے گئے۔ ایک کثیر جماعت نے سخت سے سخت جسمانی تکلیف دی۔ لیکن آنحضرتؐ کے استقلال میں فرق نہ آیا جب قوم نے دیکھا کہ مصائب و شدائد سے اون پر کوئی اثر نہ پڑا تو اونہوں نے جمع ہوکر بادشاہت کا وعدہ دیا اپنا امیر بنانا چاہا۔ ہر ایک قسم کے سامان آسائش مہیا کردینے کا وعدہ کیا حتی کہ عمدہ سے عمدہ بی بی بھی۔

بدیں شرط کہ حضرت بتوں کی مذمت چھوڑ دیں لیکن جیسے کہ طائف کی مصیبت کے وقت ویسی ہی اس وعدہ بادشاہت کے وقت حضرت نے کچھ پروا نہ کی اور پتھر کھانیکو ترجیح دی - سو جبتک خاص لذت نہ ہو تو کیا ضرورت تھی - کہ آرام چھوڑ کر دکھوں میں پڑتے -

یہ موقع سوا ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے کسی اور نبی کو نہ ملا کہ اون کو نبوت کا کام چھوڑنے کے لئے کوئی وعدہ دیاگیا ہو مسیح کو بھی یہ امر نصیب نہ ہوا دنیا کی تاریخ میں صرف آنحضرت ؐ کے ساتھ ہی یہ معاملہ ہوا کہ آپ کو سلطنت کا وعدہ دیاگیا - اگر آپ اپنا کام چھوڑ دیں - سو یہ عزت ہمارے رسول کے ساتھ ہی خاص ہے اسی طرح ہمارے ہادی کامل کو دونوں زمانے تکلیف اور تمدن کے نصیب ہوئے تاکہ وہ دونو اوقات میں کامل نمونہ اخلاق کا دکھا سکیں -

اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لئے چاہا ہے کہ ہر دو لذتیں اوٹھائیں - بعض وقت دنیاوی لذت آرام اور عیش کی رنگ میں بعض وقت عسرت اور مصائب میں تاکہ دونوں طرح اخلاق کا کامل نمونہ دکھا سکیں - بعض اخلاق طاقت میں اور بعض مصائب میں کھلتے ہیں ہمارے نبی کریم کو یہ دونوں باتیں میسر آئیں سو جبتک ہم آپ کے اخلاق پیش کر سکیں گے - کوئی اور قوم اپنے کسی نبی کے اخلاق پیش نہ کر سکے گی جیسے مسیح کا صرف صبر ظاہر ہو سکتا ہے کہ وہ مار کھاتا رہا لیکن یہ کہنا کہ کیا ... کہ اون کو طاقت نصیب ہوئی - وہ بھی بیشک نبی ہیں لیکن اون کے ہر قسم کے اخلاق ثابت نہیں - چونکہ اون کا ذکر قرآن میں آگیا اس لئے ہم اون کو نبی مانتے ہیں - ورنہ انجیل میں تو اونکا کوئی ایسا خلق ثابت نہیں جیسے اولوالعزم انبیاء کی شان ہوتی ہے ایسا ہی ہمارے ہادی کامل بھی اگر ابتدائی تیرہ برس کی مصائب میں مرجاتے تو اون کے بہت سے اور اخلاق فاضلہ مسیح کی طرح ثابت نہ ہوتے لیکن دوسرا زمانہ جب فتح کا آیا اور مجرم آپ کے سامنے پیش کئے گئے اس سے آپ کی صفت رحم اور عفو کا کامل ثبوت ملا - اور اس کر یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کے کام کوئی جبر پر نہ تھے نہ زبردستی تھی بلکہ ہر ایک امر اپنے طبعی رنگ میں ہوا اسی طرح آپ کے اور بہت سے اخلاق بھی ثابت ہیں - سو اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ - اس کا یہ - کہ ہم اس دنیا میں بھی اور آئندہ بھی متقی کے ولی ہیں - سو یہ آیت بھی تکذیب میں اون لوگوں کی ہے - جنہوں نے اس زندگی میں نزول ملائکہ سے انکار کیا - اگر نزول ملائکہ نہیں تھا - تو حیات الدنیا میں خدا تعالیٰ کیسے ولی ہوا

ماسٹر نبی بخش احمدی مالک کارخانہ عطر دین تکیہ گوجراں لودیانہ **پنجاب**
نمونجات عطر دن و جنتری معہ فہرست عطر و مال مفت عام تقسیم کرتے ہیں -

اسمائے بیعت

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَهَىٰ أَمْرُ الزَّمَانِ إِلَيْنَا أَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ

مولوی رحمت اللہ صاحب ولد عبد اللہ - سہارنپور
محمد صادق صاحب ولد امیر الدین - گجرات
عبد اللہ صاحب ولد امیر الدین .... "
مولوی حیات محمد صاحب - میانہ گوندل - شاہپور
چودھری اللہ ودہایا صاحب - سلار - گوجرانوالہ
دائم الدین بچھا دہ - سیادوہ ...... "
کوٹا ولد مالوں - میراں بخش ولد کریم بخش - ونیکے چک جھنگ
محمد حنیف صاحب - چک بازید - گورداسپور
غلام محمد صاحب - اہلیہ غلام محمد صاحب - خاص سیالکوٹ
شاہ الدین صاحب - مائل پور - ہوشیار پور
خداداد صاحب ولد دائم خان - داودہ خاص
ابراہیم صاحب - فتح شاہ صاحب - نکروال - انبالہ
خدا بخش ولد حافظ فتح محمد صاحب - کوٹ مومن - شاہپور
علی بخش و نبی بخش و اکبر علی صاحب - مائل پور - ہوشیار پور
مستری حسن محمد صاحب - خاص سیالکوٹ
اسد اللہ خان صاحب - کرایم - جالندھر
شیخ منور علی صاحب ولد شیخ نور محمد صاحب - رجوپور - مراد آباد
محمد شہاب الدین صاحب ولد غلام محی الدین صاحب - خاص میرٹھ
اسمٰعیل سمار نواب صاحب - حافظ اللہ دتہ صاحب - خاص مالیر کوٹلہ
جان محمد صاحب - اسمٰعیل صاحب - پدہاری - امرتسر
عائشہ بنت کمال - اہلیہ حاکم - ساریان - بھاگو رائیں جالندھر
احمد الدین ولد گل احمد - تلونڈی راہوالی - گوجرانوالہ
مسماۃ عائشہ بنت کالو - مسماۃ سکینہ بی بی - مہتاب بی بی - خانپور - گجرات
صاحب دین ... خواص جھنگ - عبد اللہ - مالیر کوٹلہ
آمنہ ولد اشرف - بھاگو رائیں - جالندھر
کالو - موسیٰ - عامہ - اسمٰعیل - گکھو - بھاگو رائیں جالندھر
والدہ موسیٰ - احمد - برکت اللہ - ابراہیم " "
عنایت اللہ - مسماۃ فاطمہ بنت کالو - عبد اللہ " "
رحمت اللہ - محمدی - فیروز - عزالدین - عبد السمیع " "
اہلیہ آمنہ - مسماۃ عزیزی - مسماۃ دائی " "
فقیریا - حاکم - والدہ - اہلیہ کالو - فقیریا " "
مولا بخش - ودیام - اللہ دین - غلام محی الدین - بھینی - گورداسپور
نور الٰہی - امیر بخش - جھنڈا - علی احمد " "

پیرا ندتا ولد فتح الدین ... بھینی - گورداسپور
فتح الدین ولد اللہ دتا - قادیان - "
مہر الدین .... ننگل باغباں - "
اسمٰعیل ولد حاکو تلونڈی - "
گلاب " " "
غلام محمد ولد فضل الدین " "
نور احمد ولد محمد علی - رجوعہ - گجرات
سلطان احمد علی - " "
غلام محمد ولد خنجر - " "
امام الدین ولد محمد " "
پیر محمد ولد نورا - بھینی ... گورداسپور
قاسم علی صاحب ولد اسمٰعیل - عثمانپور - سنگرور
کریم بخش ولد منگتا - ننگل - گورداسپور
محمد بخش ولد تابا - گھمن - "
شہاب الدین ولد نظام الدین - ننگل باغباں - "
جیون ولد محمدی ...... " "
شیر محمد ولد فتح ..... تلونڈی ... "
ابراہیم ولد گنی ...... " "
کھیڑا ولد سلطانہ ...... " "
بھینا ولد دینا ..... پسیاں ... "
صدیق محمد ولد علی محمد ..... رام پور ... کسٹواڑ
عبد اللہ ولد جان ..... ولور ..... "
عبد اللہ ولد سلطان احمد ... شیر جلیول - راولپنڈی
نظام الدین ولد دتا ..... ناگ ... امرتسر
گتھو ولد سلطان بخش چک نمبر ۱۳۱ - جوشہر چینی - لائلپور
شاہ الدین ولد امی تلونڈی جھنگلاں - گورداسپور
مرزا محمد علی بیگ صاحب - ولد مرزا قادر بیگ - قادیان - "
نور محمد ولد ابراہیم ... تلونڈی ... "
عزالدین ولد بھاگو ... نوں چند ... "
گلاب ولد دینا .... " "
علی بخش ولد بھاگو ...... " "
مہر الدین ولد گوہر ...... " "
عبد الحق صاحب ولد فتح ... قادیان ... "
کرم الدین ولد کریم ... پھیریا ... "
دلدار ولد فتح الدین ...... " "
حسن محمد ولد الٰہی بخش ... تلونڈی ... "
امیرا .... " "
دیوان احمد .... " "
محمد سردار ولد مولوی محمد علی - خاص سیالکوٹ
ڈاکٹر سید جلال ... بربرہ
ڈاکٹر ریاض الدین
حاجی عبد الحبیب
علی مشعان عرب
محمد یوسف کیسی
ڈاکٹر محمد نذیر

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چھپکر شایع ہوا

ہے کہ نہ وہ اول مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے۔ اور وہ ہر زمانہ میں اس طرح نمایاں اور درخشان ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ علاوہ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر شخص کا کلام اُس کی ہمت کے موافق ہوتا ہے۔ جسقدر اسکی ہمت اور عزم اور مقاصد عالی ہونگے۔ اسی پایہ کا وہ کلام ہوگا اور وحی الٰہی میں بھی یہی رنگ ہوتا ہے۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے۔ جسقدر ہمت بلند رکھنے والا وہ ہوگا اسی پایہ کا کلام اسے ملیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت ہی وسیع تھا اس لئے آپکو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور رتبہ کا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس ہمت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ آپکی دعوت کسی محدود وقت یا مخصوص قوم کے لئے نہ تھی جیسے آپ سے پہلے نبیوں کی ہوتی تھی۔ بلکہ آپ کے لئے فرمایا گیا۔ قل انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ جس شخص کی بعثت اور رسالت کا دائرہ اسقدر وسیع ہو اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اسوقت اگر کسی کو قرآن شریف کی کوئی آیت بھی الہام ہو تو ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے اس الہام میں اس کا اتنا دائرہ وسیع نہیں ہوگا جسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواب کی تعبیر میں معبرین نے یہ اصول رکھا ہے کہ وہ ہر شخص کی حیثیت اور حالت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی آدمی غریب ہے تو اس کی خواب اس کی ہمت اور مقاصد کے اندر ہوگی امیر کی اپنے رنگ کی اور بادشاہ کی اپنے رتبہ کی۔ کوئی غریب اگر مثلاً یہ دیکھے کہ اس کے سر میں خارش ہوتی ہے تو اس سے یہ مراد تو ہو نہیں سکتی کہ اس کے سر پر تاج شاہی رکھا جاوے گا بلکہ اس کیلئے تو یہی مراد ہوگی کہ وہ کسی سے جوتے کھائیگا۔

جیسے استعدادوں کے دائرے مختلف ہیں اسی طرح پر کلام الٰہی کے دوائر بھی مختلف ہیں۔

علاوہ ازیں خدا تعالیٰ کے کلام میں اور بھی بہت سے پہلو بے مثلی کے ہوتے ہیں وہ اس پہلو کو بے مثل نہیں ہوتا جس پہلو سے ہم خیال کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام بدوں تدبر کے وحی ہے مگر ہمارا کلام بعض بعض اوقات تدبر کا نتیجہ ہوتا ہے اور ہم اس میں اصلاح بھی کر لیتے ہیں ہر ایک چیز نسبتاً بے نظیری پیدا کر لیتی ہے جو مرغ ہوں تو ایک اُس کے مقابلہ میں اور اُس کی نسبت سے بے نظیر کہلا سکتا ہے۔ لیکن ہاتھی کے مقابلہ میں تو اسکی کوئی حیثیت ہی نہیں قرار پا سکتی۔

اسی طرح پر کرامات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے جبکہ رکھا ہوا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کلام کا اعجاز نہ رکھا جاوے جیسے ہر زمانہ میں کرامات ہوتی رہی ہیں اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے اعجازی کلام کے ثبوت کیلئے کلام کا معجزہ بھی رکھا ہے۔ جیسے حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی دو چند سطریں معجزہ تھیں اس زمانہ بھی قرآن شریف کے کلام کے اعجاز کے لئے مسیح موعود کو کلام کا معجزہ دیا گیا ہے۔

اسی طرح پر جیسے دوسرے خوارق اور نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات اور خوارق کے ثبوت کے لئے دئے گئے ہیں۔ جس جس قسم کے نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے تھے۔ اسی رنگ پر اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے نشانات کو رکھا ہے کیونکہ یہ سلسلہ اسی نقش قدم پر ہے اور در اصل وہی سلسلہ ہے۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بروزی آمد کی پہلے ہی سے پیشگوئی ہو چکی تھی اور آخرین منہم میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ پس جیسے آپ کو اسوقت کلام کا معجزہ اور نشان اسوقت دیا گیا تھا۔ اور قرآن شریف جیسی لانظیر کتاب آپ کو ملی اسی طرح پر اسی رنگ میں آپ کی اس بروزی آمد میں بھی کلام کا نشان دیا گیا۔ دیکھو کسقدر تحدی کے ساتھ غیرت دلانے والے الفاظ میں مقابلہ کے واسطے بلایا گیا ہے مگر کسی کو ہمت اور حوصلہ بھی نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی ہمتوں کو سلب کر لیا ہے اور اون کے علوم اور قابلیتوں کو چھین لیا۔ باوجودیکہ یہ لوگ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اور اپنے علوم کی لاف زنیاں کرتے تھے۔ مگر اس مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ان سب کو ذلیل اور شرمندہ کیا +

دوسرا بڑا عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شق القمر تھا اور شق القمر در اصل ایک قسم کا خسوف ہی تھا + اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے ہوا۔ اسوقت بھی اللہ تعالیٰ نے کسوف خسوف کا ایک نشان دکھایا اور یہ مسیح موعود اور مہدی کے لئے مخصوص تھا اور ابتدائے دنیا سے کبھی اس رنگ میں یہ نشان نہیں دکھایا گیا تھا۔ یہ صرف مسیح موعود ہی کے زمانہ کیلئے رکھا گیا تھا اور احادیث میں آیات مہدی میں سے اسے قرار دیا گیا ہے جس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ میرے ہی نام پر آئے گا۔ اس میں بھی نکتہ ہے کہ جو نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دئے گئے تھے اس رنگ کے نشان یہاں بھی دئے جانے ضروری تھے۔ کیونکہ یہ آمد آپ ہی کی ہے۔

غرض قرآن شریف بدوں غور و خوض بدوں محو و اثبات اپنے اندر زندگی کی روح رکھتا ہے۔ اور بدوں کسی نسبتی لحاظ یا مقابلہ کے وہ مستقل اعجاز ہے۔ اور اسوقت جو اعجاز کلام دیا گیا ہے یہ گویا اسی اعجاز کو اس طرح پر دکھایا گیا ہے جیسے ایک عمارت کو ایک نقشہ کے رنگ میں دکھایا جاتا ہے اور ایک شیشہ کو دوسرے شیشہ میں دکھایا جاوے۔ مسلمانوں کے لئے یہ امر کسقدر رنج کا موجب ہوتا اگر یہ مان لیا جاتا کہ کوئی خوارق اور نشانات ان کو نہیں دئے گئے۔ کیونکہ پچھلے نشانات آئندہ آنیوالے لوگوں کے لئے تو بطور کہانی کے ہو جاتے ہیں اور انسانی فطرت تو تازہ بتازہ نشانات دیکھنا چاہتی ہے۔ مجھے ان خشک موحدوں پر افسوس ہی آتا ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اب خوارق کا کوئی نشان نہیں اور نہ اون کی ضرورت ہے۔ خشک زندگی سے تو مرنا بہتر ہے اگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل کو بند کر دیا ہے اور قفل لگا دیا ہے تو پھر **اھدنا الصراط المستقیم** کی دعا تعلیم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ ایک شخص کی مشکیں باندھ دی جاویں اور پھر اس کو ماریں کہ تو اب چل کر کیوں نہیں دکھاتا۔ بھلا وہ کس طرح چل سکتا ہے۔ فیوض اور برکات کے دروازے تو خود بند کر دئے۔ اور پھر یہ بھی کہدیا کہ اھدنا الصراط المستقیم کی دعا ہر روز ہر نماز میں کئی مرتبہ مانگا کرو۔ اگر قانون قدرت یہ رکھا تھا کہ آپ کے بعد معجزات اور برکات کا سلسلہ ختم کر دیا تھا اور کوئی فیض اور برکت کسی کو ملنا ہی نہیں تھی تو پھر اس دعا سے کیا مطلب؟

اگر اس دعا کا کوئی اور نتیجہ نہیں تو پھر نصاریٰ کی تعلیم کے آثار اور نتائج اور اس تعلیم کے آثار اور نتائج میں کیا فرق ہوا لکھا تو انجیل میں یہی ہے کہ میری پیروی سے تم پہاڑ کو بھی ہلا سکو گے مگر اب وہ جوتی بھی سیدھی نہیں کر سکتے۔ لکھا ہے کہ میرے جیسے معجزات دکھاؤ گے۔ مگر کوئی کچھ نہیں دکھا سکتا۔ لکھا ہے کہ زہریں کھالو گے تو اثر نہ کرینگی مگر اب سانپ ڈستے اور کتے کاٹتے ہیں اور وہ انہیں زہروں سے ہلاک ہوتے ہیں اور کوئی نمونہ وہ دعا کا نہیں دکھا سکتے۔ ان کا وہ نمونہ دعا کی قبولیت کا نہ دکھا سکنا ایک سخت حربہ اور حجت ہے

عیسائی مذہب کے ابطال پر کہ اُنہیں زندگی کی روح اور تاثیر نہیں اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ اُنہوں نے نبی کا طریق چھوڑ دیا۔

اب اگر ہم بھی یہ اقرار کریں کہ اب نشانات اور خوارق نہیں ہوتے اور یہ دعا جو سکھائی گئی ہے۔ اس کا کوئی اثر اور نتیجہ نہیں تو کیا اسکے یہ معنے نہیں ہونگے کہ یہ اعمال معاذ اللہ بے فایدہ ہیں۔ نہیں خدا تعالیٰ جو دانا اور حکمت والا ہے وہ نبوت کی تاثیرات کو قایم رکھتا ہے اور اب بھی اس نے اس سلسلہ کو اسی لئے قایم کیا ہے۔ تا وہ اس امر کی سچائی پر گواہ ہو۔ قرآن شریف کے جسقدر انبیاء ... کلامی کے ہیں نے جمع کئے ہیں اوسوقت اللہ تعالیٰ اُن کو ظاہر کر رہا ہے تاکہ آنحضرت کی نبوت اور آپ کے خوارق کا ثبوت ہو یہی ایک ہتیار اور حربہ ہے جو ہمکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جس کے ساتھ ہم مذاہب باطلہ کے سحر کو توڑنا چاہتے ہیں۔ ہم قرآن شریف کو زندہ کلام ثابت کرنا چاہتے ہیں اسے منتر بنانا نہیں چاہتے۔

ملفوظات احمدیہ

تکمیل ہدایت جب ہم اس ترتیب کو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ...... کے دو مقصد ہی بیان فرمائے ہیں تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت اور اوّل الذکر تکمیل چھٹے دن یعنے جمعہ کے دن ہوگی۔ الیوم اکملت لکم اسی دن نازل ہوئی اور دوسری تکمیل کے لئے بالاتفاق مانا گیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگی۔ چنانچہ سب مفسروں نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ جبکہ پہلی تکمیل چھٹے دن ہوئی تو دوسری تکمیل بھی چھٹے دن ہی ہوگی۔ اور قرآن شریف میں ایک دن ایکہزار برس کا ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود چھٹے ہزار میں ہوگا۔

بہترین دعا بہترین دعا وہ ہوتی ہے جو جامع ہو تمام خیروں کی اور مانع ہو تمام مضرات کی اسلئے انعمت علیہم کی دعا میں آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کل منعم علیہم لوگوں کے انعامات کی حصول کی دعا ہے اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں ہر قسم کی مضرتوں سے بچنے کی دعا ہے۔

چونکہ مغضوب سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ بالاتفاق ہے تو اس دعا کی تعلیم کا منشا صاف ہے کہ یہودیوں نے جیسے بے جا عداوت کی تھی۔ مسیح موعود کے زمانہ میں مولوی لوگ بھی ویسا ہی کرینگے اور حدیثیں اوس کی تائید کرتی ہیں۔ یہانتک کہ وہ یہودیوں کے قدم بقدم چلیں گے۔

روح القدس کے فرزند ایدناہ بروح القدس میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں ہے روح القدس کے فرزند تمام وہ صادق مند اور راستباز ہیں جنکی نسبت ان عبادی لیس لک علیہم السلطان وارد ہے۔ قرآن کریم سے دو قسم کی مخلوق ثابت ہوتی ہے اول وہ جو روح القدس کے فرزند ہیں دوسرے وہ جو شیطان کے فرزند ہیں۔ پس اس میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں۔

ہمارا ایمان یہی ہے کہ دوزخ میں ایک عرصہ تک آدمی رہیگا پھر نکل آئے گا گویا جنکی اصلاح نبوت سے نہیں ہو سکی انکی اصلاح دوزخ کریگا۔ حدیث میں آیا ہے۔ یاتی علی جہنم زمان لیس فیہا احد یعنی دوزخ پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس میں کوئی متنفس نہیں ہوگا۔ اور نسیم صبا اُس کے دروازوں کو کھٹ کھٹائیگی۔

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

انت منی بمنزلۃ ہارون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا ہے پس رسول اکرم کا فرمان کیسا سچا تھا۔ وہ وزارت ہی کے قابل اور لائق تھے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی وزیر تھے حضرت ابوبکرؓ کے بھی وزیر اور حضرت عمرؓ کے بھی وزیر تھے اور حضرت عثمانؓ کے بھی وزیر بنے رہے اور چونکہ وزارت ہی کے لائق تھے اسواسطے جب تک وزیر رہے کام اچھی طرح چلتا رہا اور جب خلیفہ بنائے گئے تو کام بگڑ گیا۔ جس طرح ہارون علیہ السلام کی تھوڑی دیر کی خلافت میں بھی قوم بگڑ گئی تھی پس جب خدا نے فیصلہ کر دیا تو شیعہ کیوں گلہ کرتے ہیں۔

ذکر رکوع جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف نماز میں پڑھتے پڑھتے رکوع کر دیتے تو اسی جگہ نشان رکوع کا کیا جاتا تھا اور طبیعت کی روانی پر موقوف تھا۔

اشیاء عالم کی حیات دنیا میں اشیاء اسی وقت تک رہتی ہیں جب تک وہ کسی نہ کسی پہلو سے دُنیا کے واسطے مفید ہوتی ہیں جب کوئی ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ کسی طرح بھی مفید نہیں رہتی تو دنیا سے اوٹھائی جاتی ہے۔ یہی حال ہے انسان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے بھی دُنیا کا اکثر یہی حال ہو گیا تھا۔ قرآن شریف فرماتا ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ الایۃ

گنہگاروں کے اقسام اوّل قسم گنہگاروں کی وہ ہے کہ وہ غافل ہوتے ہیں انکو خبر ہی نہیں ہوتی کہ وہ گناہ کرتے ہیں۔ دوم گناہ کرتے ہیں مگر بعد میں اضطراب۔ تضرع۔ زاری۔ خوف الٰہی رونا اور چلانا ہوتا ہے۔ ایسے گنہگار تایب ہوتے ہیں۔ سوم گناہ گاروں کی وہ قسم ہے کہ وہ غافل بھی نہیں ہوتے۔ گناہ بھی کرتے ہیں۔ کوئی اضطراب اور گھبراہٹ بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ حیلے بناتے ہیں اللہ بچا نہ کرتے ہیں ایسے لوگ محروم ہوتے ہیں۔ پس اپنا مطالعہ کرو۔

اعمال کی کسوٹی اعمال میں اخلاص اور صواب ہو ورنہ وہ اعمال اکارت جائیں گے اخلاص وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لئے ہو۔ کوئی اور خواہش نہ ہو کسی کو دکھانا یا کسی سے کوئی قسم کا طمع یا خوف اس عمل کا محرک نہ ہوا ہو۔

صواب۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل اور سنت کے موافق ہو اُن کے نقش قدم پر چلے اگر انمیں سے ایک خیر بھی نہ ہوگی تو اعمال حبط ہو جائیں گے۔

التماس ہمارے معزز خریداران الحکم و تفسیر القرآن جب کبھی مطبع سے کسی طرح کی خط و کتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام مع پتہ خوشخط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو ہمنے حال میں ہی ہر ایک خریدار کیلئے مطبوعہ چٹھیوں پر چھپوا دیا ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکایات بیجا ہونگی۔ دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت سا معزز وقت کا حصہ انکی تلاش میں فضول ضائع ہو جاتا ہے اس طرح سے کارک مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعمیل خطوط میں بیجا دیر واقع ہوتی ہے امید ہے کہ ہمارے معزز کارفرما اس کی تعمیل فرمائیں

ایڈیٹر

حجۃ اللہ الملہم حضرت امام کے مکتوبات

۲۰ مارچ ۱۸۸۹ء

حضرت حکیم الامت کے نام

یہ کرامت نامہ حضرت حکیم الامت کے نام آپ کی دوسری شادی کے بعد لکھا گیا تھا .... ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی

مخدومی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہنچکر بہت خوشی ہوئی خدا تعالیٰ آپ میں اور آپ کی نئی بیوی میں اتحاد اور محبت زیادہ سے زیادہ کرے اور اولاد صالح بخشے آمین ثم آمین اگر برائے گھر والوں نے کچھ نامناسب الفاظ منہ سے نکالے ہیں تو آپ صبر کریں۔ پہلی بیویاں ایسے معاملات میں بباعث ضعف فطرت بعض کو انتہا تک پہنچا کر اپنی زندگی اور راحت کا خاتمہ کر لیتی ہیں۔

وحدہ لاشریک ہونا خدا تعالیٰ کی تعریف ہے مگر عورتیں بھی شریک ہرگز پسند نہیں کرتی ہیں۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے ہمسایہ میں ایک شخص اپنی بیوی سے بہت کچھ سختی کیا کرتا تھا۔ اور ایک مرتبہ اس نے دوسری بیوی کرنے کا ارادہ کیا۔ تب اس بیوی کو نہایت رنج پہنچا اور اس نے اپنے شوہر کو کہا کہ میں نے تیرے سارے دکھ سہے مگر یہ دکھ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ کہ تو میرا خاوند ہو کر اب دوسری کو میرے ساتھ شریک کرے وہ فرماتے ہیں کہ ان کے اس کلمہ نے میرے دل پہ نہایت دردناک اثر پہنچایا۔ میں نے چاہا کہ اس کلمہ کے مشابہ قرآن شریف میں پاؤں سو یہ آیت مجھے ملی۔

ولغفر ما دون ذالک الایۃ

یہ مسئلہ بظاہر بڑا نازک ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ جس طرح مرد کی غیرت نہیں چاہتی کہ اس کی عورت اس میں اور اس کے غیر میں شریک ہو اسی طرح عورت کی غیرت بھی نہیں چاہتی کہ اس کا مرد اس میں اور اسکے غیر میں بٹ جاوے۔ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی تعلیم میں نقص نہیں ہے اور نہ وہ خواص فطرت کے برخلاف ہے اس میں پوری تحقیق یہی ہے کہ مرد کی غیرت ایک حقیقی و کامل غیرت ہے جس کا انفکاک واقعی واصلاح ہو۔ مگر عورت کی غیرت کامل نہیں بالکل مشتبہ اور زوال پذیر ہے اسمیں وہ نکتہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا نہایت معرفت بخش نکتہ ہے کیونکہ جب حضرت ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست نکاح پہ عذر کیا کہ آپ کے بہت بیویاں ہیں اور آئندہ بھی خیال ہے اور میں ایک عورت غیرت مند ہوں جو دوسری بیوی کو دیکھ نہیں سکتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیرے لئے دعا کرونگا کہ تا خدا تعالیٰ یہ غیرت تیری دور کرے اور صبر بخشے۔ سو آپ بھی دعا میں مشغول رہیں۔

نئی بیوی کی دلجوئی نہایت ضروری ہے کہ وہ مہمان کی طرح ہے مناسب ہے کہ آپ کے اخلاق اس سے اول درجہ کے ہوں اور ان سے بے تکلف مخالطت اور محبت کریں اور اللہ جلشانہ سے چاہیں کہ اپنے فضل و کرم سے ان سے آپ کی صافی محبت و تعشق پیدا کر دیوے کہ یہ سب امور اللہ جلشانہ کے اختیار میں ہیں اب اسکے نکاح سے گویا آپ کی ایک نئی زندگی شروع ہوئی ہے اور چونکہ انسان ہمیشہ کے لئے دنیا میں نہیں آیا اس لئے نسلی برکتوں کے ظہور کے لئے اب اسی پیوند پر امیدیں ہیں خدا تعالیٰ آپکے لئے یہ بہت مبارک کرے میں نے اس محلہ میں خاص صاحب اسرار و واقف لوگوں سے اس لڑکی کی بہت تعریف سنی ہے کہ بالطبع صالح عفیفہ و جامع فضائل محمودہ ہے اس کی تربیت تعلیم کے لئے بھی توجہ رکھیں اور آپ پڑھایا کریں کہ اس کی استعدادیں نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہیں۔ اور اللہ جلشانہ کا نہایت فضل اور احسان ہے کہ یہ جوڑ بہم پہنچایا ورنہ اس قحط الرجال میں ایسا اتفاق محالات کی طرح ہے خط سے کچھ معلوم نہیں ہوا کہ ۲۰ مارچ ۱۸۸۹ء تک رخصت ملے گی یا نہیں اگر بجائے بیس کے بائیس مارچ کو آپ تشریف لادیں یعنی یوم یکشنبہ میں اسجگہ شیر میں تو بابو الٰہی بخش صاحب بھی آپ سے ملاقات کریں گے۔ یہ عاجز ارادہ رکھتا ہے کہ ۱۵ مارچ ۱۸۸۹ء کو دو تین روز کے لئے ہوشیارپور جاوے اور ۱۹ مارچ یا ۲۰ مارچ ۱۸۸۹ء کو بہرحال انشاء اللہ واپس آجاؤں گا۔ والسلام

صاحبزادہ افتخار احمد اور دونوں کے سب متعلقین بخیر و عافیت ہیں کل سات روپیہ اور کچھ پارچہ

(حاشیہ:) ... ضرور ... والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۲ اپریل ۱۸۸۹ء

میرے لئے دئے تھے جو اون کے اصرار سے لئے گئے۔ خاکسار غلام احمد

{ اس خط پر تاریخ کوئی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مارچ ۱۸۸۹ء کے پچھلے ہفتہ کا ہے .... ایڈیٹر }

ایضاً

۳۱ مئی ۱۸۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی } مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

عنایت نامہ موصول ہو کر موجب خوشی و شکر و ممنونی ہوا۔ پادری صاحب کی نکتہ چینی کے جواب میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے نہایت ہی خوب ہے جزاکم اللہ خیرا جزاکم اللہ خیرا جزاکم اللہ خیر الجزاء دین اسلام منجانب اللہ ہے یہی ایک حکیمانہ مذہب ہے جو حکمت کے قواعد پر مبنی ہے اس دین میں یہ بات نہیں کہ ہمیشہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیا کریں بلکہ جو مناسب وقت ہو اس کو کرنے کی تاکید ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جادلھم بالحکمۃ یہ نہیں فرمایا کہ جادلھم بالحکم انشاء اللہ القدیر کبا کرد اس کے لئے دعا کروں گا۔ اور معارف طبع کے لئے چند اور دوستوں کو بھی لکھا ہوا ہے ان کے جواب آنے پر اطلاع دونگا۔ والسلام خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ قادیان

اس خط پر ڈاکخانہ قادیان کی مہر ۱۳ مئی ۱۸۸۹ء کی ہے اس حساب سے آج پورے سولہ سال بعد یہ خط شائع ہوتا ہے ایڈیٹر

ایضاً

۱۴ اپریل ۱۸۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مخدومی مکرمی اخویم مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالیٰ

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج عنایت نامہ موصول ہو کر موجب خوشی ہوا میں نے آپکے اس خط کو بھی اپنی یادداشت میں رکھ لیا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ جلشانہ انجاب خیر و خوبی مادین آپ پر منکشف کرے۔ یہ سچ ہے کہ آپکے لئے میری دعا محدود نہیں اور نہ بے جوش ہے مگر ترتیب آثار وقت پر موقوف ہے کاشادی کے لئے استخارہ مسنونہ عمل میں لاویں پھر اگر انشراح قلب سے میل خاطر جلد کی طرف ہو تو جلدی سے اس کار خیر کو انجام دیویں ورنہ بعد فراغت سفر پونچھ ایک نسخہ تحفہ حق اور ایک حصہ نگوینہ جم وشری کا آگرہ معرفت مولوی عبد الکریم صاحب بسیالکوٹ ارسال خدمت کیا گیا یہ ورید بطور مستعار ارسال خدمت ہے

حفظِ صحت اور اسلام
نمبر ۵

کاہلی اور بیکاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

پیدل پھرنے کو تمام ورزشوں کا سر فرمایا ہے۔ پیدل پھرنا اور گھوڑ دوڑ کرنا بھی مسنون ہے۔ دوپہر کے وقت سونے سے منع فرمایا ہے لیکن شدت گرمی کے وقت تھوڑی دیر آرام کر لینے کی اجازت فرمائی ہے۔

بچے کو ساتھ سلانے سے منع فرمایا ہے۔

ایام حیض اور نفاس میں جماع سے قطعی ممانعت ہے۔ ایام رضاعت میں بھی جماع کو منع فرمایا ہے۔ پس خلاصہ مطلب اُن جین اسلامی کا حسب ذیل ہے۔

(۱) اپنے جسم پارچات۔ مکان وغیرہ کو حتی الامکان اعلیٰ درجہ پر پاک صاف رکھنا ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین۔

(۲) کھانے اور پینے میں ہر قسم کی فضول عادات مثلاً شراب۔ افیون۔ بھنگ۔ چرس گانجہ۔ پوست کثرت آچار۔ چٹنی۔ تیز مصالحات۔ تمباکو قہوہ۔ چائے۔ پان۔ چھالیا وغیرہ سے پرہیز۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا انما الخمر والمیسر والانصاب رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ اور مسکرات کے متعلق کل مسکر حرام۔ حضور ختم المرسلین ہمیشہ سادی غذا کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

(۳) اپنے مکانات ایسی طرز کے بناؤ جو ہر موسم کے لئے موزون ہو سکیں۔

(۴) اگر کسی جگہ وبا کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور جب اوس زمین میں جہاں کہ تم ہو وبا پھیل جائے تو وہاں سے مت نکلو۔

(۵) پنجوقتہ نماز۔ مسواک۔ روزہ۔ ختنہ۔ عطر لگانا بڑے مجمعوں میں تھوڑی دیر ٹھہرنا۔ موئے زہار صاف کرنا۔ بغلوں کے بال لینا۔ گرمی اور جوش کی حالت میں سر کو منڈوا کر ٹھنڈہ کرنا جسم کو صاف رکھنا۔ ہر موسم کیلئے مناسب کپڑے بنانا۔

(۶) ہمیشہ ہر شے اور ہر فعل پر نظر رکھو جس شے یا فعل میں صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اوس کو ترک کرو اور جو مفید صحت ہوں اون کو اختیار کرو۔ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔

چونکہ تمام ہائی جین کا عملی لب لباب صرف اسی قدر ہے کہ جو شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما چکا ہے۔ اور جس پر کوئی زیادتی ترقی متصور نہیں ہو سکتی اس لئے اس مضمون پر ہم زیادہ لکھنا اس کتاب میں غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ یہ تمام احکام اور اصول جو بیان کئے گئے کامل طور پر تمام ضروریات حفظ صحت پر حاوی ہیں +

عادات } اس جگہ پر عادات سے ہماری مراد وہ تمام امور ہیں جن کو تمام انسان بلا کسی فطرتی احتیاج کے خود بخود اختیار کر لیتا۔ اور اون پر مداومت کرتا رہتا ہے۔ یہ عادات مفصلہ ذیل اقسام کی ہو سکتی ہیں۔

اوّل۔ کھانے اور پینے کے متعلق۔ مثلاً شراب افیون۔ بھنگ۔ چرس۔ تمباکو۔ سنکھیا۔ حقہ کا گل۔ مٹی۔ نرم ٹھیکریاں چولھے کی مٹی۔ پان۔ چھالیا۔ چونا۔ کتھہ۔ کوئلہ۔ حقہ۔ چرٹ۔ سلفہ دھتورہ۔ پوست وغیرہ کھانے پینے کی عادت

دویم نشست برخاست بیداری اور خواب جماع اور خورد و نوش کے متعلق مثلاً حد سے زیادہ بیٹھے یا پڑے رہنا یا حد سے زیادہ محنت جسمانی اختیار کرنا فطرتی حاجت سے زیادہ اور اُس کے قواعد کے خلاف جماع یا خورد و نوش میں مشغول ہونا۔ یا اُن قدرتی حاجات سے متنفر ہو جانا +

ریاضت کے ضمن میں ہم یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ کہاں تک انسان اوس کے متعلق فطرتی قواعد کی پیروی کرتا ہے۔ اور کہاں تک اُس کے خلاف چلتا ہے۔ جماع اور حلق کے بیان میں ظاہر کر دیا گیا ہے کہ کیا کچھ انسان نے اس معاملہ میں فطرتی تقاضاؤں کی خلاف ورزی کی ہے۔ پس دیکھو بیان ریاضت۔ حلق جماع اور حفظ صحت کا۔

سویم۔ دین اور اخلاق کے متعلق۔ تتمہ میں مفصل طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ انسان نے فطرتی تقاضاؤں کے خلاف کیا کچھ اس معاملہ میں اپنی طرف سے افترا کئے ہیں اور کیا کیا واہیات عادات خلاف فطرت اوس نے ایجاد کی اور اُس پر مداومت اختیار کر لی ہے

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے امور ہیں کہ جو الٰہی فطرت کے خلاف ہیں اس سوال کا جواب سمجھنا اون لوگوں کے واسطے کچھ مشکل نہیں جو غور و فکر کی عادت رکھتے اور صاف دل ہو کر ہر فعل کی اصل اور نتیجہ پر غور کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں فطرت الٰہی کی طرف حسب ذیل ارشاد ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ یعنی الٰہی فطرت وہ چیز ہے جس پر انسان پیدائشی طور پر قایم کئے گئے ہیں خلق الٰہی کے واسطے کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی دین قایم رکھنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

پس الٰہی فطرت کی یہی پہچان ہے کہ انسان پیدائشی طور پر اوس کا محتاج ہے۔ یعنی اوس کی فطرت میں اُس کے مادے اور میلان رکھے گئے ہیں۔ خود بخود ہر ایک انسان اُس کی طرف مائل ہوتا ہے ان فطرتی حاجتوں اور خواہشوں میں تبدیلی کرنا کبھی انسان کا کام نہیں ہے۔ اُس پر قائم رہنا سچے دین پر قائم ہونا ہے۔ یہ ایک آیت قرآنی میزان ہے جس پر ہم ہر ایک عادت کو وزن کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ آیا کہ وہ طبعی عادت ہے یا غیر طبعی۔

متفرقہ امور اور دین اور اخلاق کی متعلقہ عادات پر تو ہم علیحدہ علیحدہ بحث کر چکے ہیں۔ پس اپنے اپنے مقام پر اون کا بیان دیکھنا چاہئے اس جگہ پر ہم کھانے اور پینے کی متعلقہ عادات پر اس میزان کے لحاظ سے نظر کرتے ہیں کہ آیا وہ طبعی ہیں یا غیر طبعی۔

پس غور کرو کہ کیا شراب پینا۔ افیون۔ بھنگ چرس سنکھیا۔ دھتورہ۔ سلفہ۔ حقہ کا گل۔ پان۔ چھالیا۔ وغیرہ کھانا فطرتی ضروریات میں سے ہیں۔ یا محض انسانی افترا ہیں۔ میرے خیال میں ہر ایک صحیح الفطرت انسان اس بات کا اقرار کر سکتا ہے کہ پیدائشی طور پر انسان اون میں سے کسی کا بھی محتاج نہیں۔ لیکن مصنوعی طور پر عادات ڈالنے سے بعض کا ایسا محتاج ہو جاتا ہے کہ جسطرح فطری ضروریات اور اُنکا ترک کرنا دشوار یا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور بعض کو جب چاہے ترک کر سکتا ہے۔

پس جب یہ تمام عادات طبعی ضروریات میں سے نہ ہوئیں تو اون کے اختیار کرنے میں۔ لا تبدیل لخلق اللہ کی صاف خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ اور اوّل و آخر اس خلاف ورزی کے بدنتایج انسان کو بھگتنے پڑتے ہیں۔

جو فعل کسی حقیقی ضرورت کو پورا نہ کرتا ہو اُسکا نام قرآنی اصطلاح میں لغو یا باطل یا ہزل ہے۔ دوسرے الفاظ میں کوئی غیر طبعی عادت اختیار کرنا گویا کہ لغویات یا ہزلیات میں مشغول ہونا ہے جو سراسر دانائی کے خلاف ہے۔

لباس۔ طبعی معنوں میں لباس سے یہ مقصود ہے کہ گرمی۔ سردی اور تیز ہواؤں سے جسم کی حفاظت کی جائے اس لئے ہر ایک موسم کیلئے علیحدہ علیحدہ قسم کا لباس موزون ہو سکتا ہے۔ اس مسئلہ کو ہر ایک شخص اپنے ذاتی تجربہ سے

بدظنی سے بچو

جن عظیم الشان لوگوں کو بڑی بڑی عظیم ذمہ واریوں کے کام ملتے ہیں اور بعض اوقات خدا تعالیٰ سے علم پاکر خضر کی طرح ایسے کام بھی اون کو کرنے پڑتے ہیں جن سے ایک کوتہ بین شخص کی نظر میں وہ بعض اخلاقی حالتوں میں یا معاشرت کے طریقوں میں قابل ملامت ٹھہرتے ہیں ان کے دشمنوں کی باتوں کی طرف دیکھ کر ہرگز بدظن نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اندھے دشمنوں نے کسی نبی اور رسول کو اپنی نکتہ چینی سے مستثنےٰ نہیں رکھا۔ مثلاً وہ موسیٰ مرد خدا جس کی نسبت توریت میں آیا ہے کہ وہ زمین کے تمام باشندوں کی نسبت زیادہ ترحلیم اور امین ہے مخالفوں نے اُس پر یہ اعتراض کئے ہیں کہ گویا وہ نعوذ باللہ نہایت درجہ کا سخت دل اور خونی انسان تھا جس کے حکم سے کئی لاکھ شیرخوار بچے قتل کئے گئے اور ایسا ہی کہتے ہیں کہ وہ نہ دیانت اور امانت سے حصہ رکھتا تھا اور نہ عہد کا پابند تھا کیونکہ اس کی ایماء سے بنی اسرائیل نے کئی لاکھ روپیہ کے سونے اور چاندی کے برتن اور قیمتی زیور بنی اسرائیل سے بطور مستعار لئے اور یہ عہد کیا کہ ہم ابھی چند روز کے بعد واپس آکر یہ تمام مال واپس دیدیں گے۔ مگر عہد کو توڑا اور مال بیگانہ ہضم کیا اور جھوٹ بولا اور کہتے ہیں کہ یہ موسیٰ کا گناہ تھا کیونکہ اُس کے مشورہ اور علم سے ایسا کیا گیا اور اُس نے اس حرکت پر بنی اسرائیل کو کچھ سرزنش نہیں کی بلکہ اُسی مال سے وہ بھی کھاتا رہا۔ ایسا ہی حضرت مسیح پر بھی ان کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ وہ تقویٰ کے پابند نہ تھے چنانچہ ایک بدکار عورت نے ایک نفیس عطر جو بدکاری کے مال سے خریدا گیا تھا ان کے سر پر ملا اور اپنے بالوں کو ان کے پیروں پر ملا اور ایک جوان اور فاحشہ عورت کا اُن کے بدن کو چھونا اور حرام کا تیل اُن کے سر پر ملنا اور ان کے اعضا سے اپنے اعضا کو لگانا یہ ایک ایسا امر ہے جو ایک پرہیزگار اور متقی اس کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ اور نیز مسیح کا اجازت دینا کہ تا اس کے شاگرد ایک غیر کے کھیت کے خوشے بلا اجازت مالک کے کھا دیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نعوذ باللہ مسیح کو امانت اور دیانت کی پرواہ نہ تھی یہ وہ اعتراض ہیں جو یہودیوں نے حضرت مسیح پر کئے ہیں اور یہودیوں کی کتابیں جو میرے پاس موجود ہیں اسی قسم کی ایسی نکتہ چینی ان میں حضرت مسیح علیہ السلام پر کی گئی ہے جس میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ کوئی بھی نیک صفت حضرت مسیح میں موجود نہ تھی۔ ایسا ہی عیسائیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت اور تقویٰ اور امانت پر اعتراض کئے ہیں اور نعوذ باللہ آنجناب کو ایک نفس پرست اور خونریز اور دوسروں کے مال لوٹنے والا انسان خیال کیا ہے اور ایسا ہی روافض نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عفت اور امانت اور دیانت اور عدالت پر انواع اقسام کے عیب لگائے ہیں اور اون کے نام منافق غاصب ظالم رکھتے ہیں اور ایسا ہی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دیتے ہیں اور بہت سے امور خلاف تقویٰ اون کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ حلیہ ایمان سے بھی ان کو عاری سمجھتے ہیں تو اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ صدیق کے لئے تقویٰ اور امانت اور دیانت شرط ہے۔ تو یہ تمام بزرگ اور اعلیٰ طبقہ کے انسان جو رسول اور نبی اور ولی ہیں۔ کیوں خدا تعالیٰ نے اون کے حالات کو عوام کی نظر میں مشتبہ کردیا اور وہ ان کے افعال اور اقوال کو سمجھنے سے اسقدر قاصر ہے کہ ان کو دائرہ تقویٰ اور امانت اور دیانت سے خارج سمجھا اور ایسا خیال کر لیا کہ گویا وہ لوگ ظلم کرنے والے اور مال حرام کھانے والے اور خون ناحق کرنے والے اور دروغ گو اور عہد شکن اور نفس پرست اور جرائم پیشہ تھے حالانکہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ نہ رسول ہونے کا دعوے کرتے ہیں اور نہ نبی ہونے کا اور نہ اپنے تئیں ولی اور امام اور خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں۔ لیکن اون پر کوئی اعتراض اون کی چال چلن اور زندگی پر نہیں ہوتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیا کہ تا اپنے خاص مقبولوں اور محبوبوں کو بدبخت شتاب کاروں سے جن کی عادت بدگمانی ہے مخفی رکھے۔ جیسا کہ خود وجود اُس کا اس قسم کی بدظنی کرنے والوں سے مخفی ہے۔ جیسے دُنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں اور اُس کو ظالم اور ناقدرشناس سمجھتے ہیں یا اس کے وجود سے ہی منکر ہیں۔ وہ قصہ جو قرآن شریف میں حضرت آدم صفی اللہ کی نسبت مذکور ہے جو فرشتوں نے اُن پر اعتراض کیا اور جناب الٰہی میں عرض کیا کہ کیوں تو ایسے مفسد اور خون ریز کو پیدا کرتا ہے۔ یہ قصہ اپنے اندر یہ پیشگوئی مخفی رکھتا ہے کہ اہل کمال کی ہمیشہ نکتہ چینی ہوا کرے گی۔ خدا تعالیٰ نے اسی غرض سے خضر کا قصہ بھی قرآن شریف میں لکھا ہے تا لوگوں کو معلوم ہو کہ ایک شخص ناحق خون کرکے اور یتیموں کے مال کو بظاہر نقصان پہنچا کر پھر خدا تعالیٰ کے نزدیک بزرگ اور برگزیدہ ہے۔ اب اس سوال کا جواب دینا باقی رہا کہ اس طرح پر امان اوٹھ جاتا ہے اور شریر انسانوں کے لئے ایک بہانہ ہاتھ آجاتا ہے اور وہ کوئی بدعملی کرکے خضر کی طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے خدا کے حکم سے یہ کام کیا ہے اور یہ ایک عظیم اشکال ہے کہ ایک طرف تو خدا یہ کہے کہ میں ظلم اور فحشاء کا حکم نہیں دیتا اور پھر موسیٰ کی معرفت بیگناہ لوگوں کے مال بنی اسرائیل کے قبضہ میں دیوے اور نہایت قابل شرم طریق یعنے دروغگوئی سے وہ مال لیا جاوے اور پھر عہد شکنی سے ہضم کیا جائے ایسا ہی مسیح کو اجازت دی کہ وہ حرام کا عطر ملوانے سے نفرت نہ کرے اور نامحرم عورت جوان حسین کے اعضا سے اعضاء ملانے کے وقت کچھ بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کا پاس نہ کرے اور پھر ایک طرف تو خدا خون ناحق کو کبائر میں داخل کرے اور پھر خضر کو اجازت دے کہ تا معصوم بچے کو بے گناہ قتل کر دے۔ اس اشکال کا جواب یہی ہے کہ ایسے اعتراضات صرف بدظنی سے پیدا ہوتے ہیں اگر کوئی حق کا طالب اور متقی طبع ہے تو اُس کے لئے مناسب طریق یہ ہے کہ اون کاموں پر اپنی رائے ظاہر نہ کرے جو متشابہات میں سے اور بطور شاذ و نادر ہیں کیونکہ شاذ و نادر میں کئی وجوہ پیدا ہو سکتے ہیں اور یہ فاسقوں کا طریق ہے کہ نکتہ چینی کے وقت میں اُس پہلو کو چھوڑ دیتے ہیں جس کے صدہا نظائر موجود ہیں اور بدنیتی کے جوش سے ایک ایسے پہلو کو لے لیتے ہیں جو نہایت قلیل الوجود اور متشابہات کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور نہیں جانتے کہ یہ متشابہات کا پہلو جو شاذ و نادر کے طور پر پاک لوگوں کے وجود میں پایا جاتا ہے یہ شریر انسانوں کیلئے رکھا گیا ہے اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اپنے پاک بندوں کا طریق اور عمل ہر ایک پہلو سے ایسا صاف اور روشن دکھلاتا کہ شریر انسان کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوتی مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہ کیا تو وہ خبیث طبع انسانوں کا خبث ظاہر کرے۔ نبیوں اور رسولوں اور اولیاء کے کارناموں میں ہزارہا نمونے اُن کی تقویٰ اور طہارت اور امانت اور دیانت اور صدق اور پاس عہد کے ہوتے ہیں اور خود خدا تعالیٰ کی تائیدات اُن کی پاک باطنی کی گواہ ہوتی ہیں۔ لیکن شریر انسان ان نمونوں کو نہیں دیکھتا اور بدی کی خاطر بر رہتا ہے آخر وہ حصہ متشابہات کا جو قرآن شریف کی طرح اُس کے شخصی وجود میں بھی ہوتا ہے مگر نہایت کم شریر انسان اسی کو اپنے اعتراض کا نشانہ بناتا ہے اور اسطرح ہلاکت کی راہ اختیار کرکے جہنم میں جاتا ہے

منہ۔

فلسفۂ پیشگوئی
از حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایسا عقیدہ بھی فیض اقدس الٰہی کے نسوف ہے۔ اگر قرآن کریم کے تمام معارف معلوم (حاشا وکلّا) اُن ہی پہ ختم ہو گئے۔ اور اب آئندہ کے لئے کوئی نیا بہتر اور دقیقہ کسی کے لئے اوٹھا نہیں رکھا گیا تو پھر معاذ اللہ قرآن کریم بے ضرورت ثابت ہو جائیگا۔ کیونکہ اُس کے سارے اسرار ایک دفعہ عیان اور واضح ہو کر پبلک کے سامنے آگئے تو اب اُس کے وجدانی ذائقوں اور طرح طرح کی دل میں اوترنے والی معرفتوں سے حصہ لینے والا کون رہ گیا۔ یاد رکھو ایسا عقیدہ ایمان بالغیب کا بڑا بھاری دشمن ہے۔ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو خدائے پاک کی ذات کے مانند نازل ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر محدود کی طرح اُسکی برکات کا چشمہ بھی کبھی سوکھنے والا نہیں۔ اس عالم کا کارخانہ زیر و زبر ہو جانے کے بعد بھی آئندہ عالم کے لئے یہی دستور العمل قایم رہنے والا ہے۔ پھر کیا تبدیل ہو سکتی ہے۔ اس امر کے باور کرنے کی کہ اوس کے عجائبات پچھلوں کے حصے میں سب کے سب آگئے۔

اسمیں شک نہیں کہ وہ لوگ اتقا میں خشیۃ اللہ میں دینداری کے تمام امور میں ہمارے پیشوا تھے مگر اون کے حق میں ایسا اعتقاد کرنا کہ وہ ہر قسم کے علوم کے جامع اور کامل ہادی تھے ہم نہیں سمجھتے کہ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے یہ کیسی کورانہ تقلید ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیض و کرم یعنے آئیندہ علوم و فنون کا دروازہ قطعاً بند کر دیا جاوے اور آریوں کی طرح اس عقیدہ کی خوشیاں منائی جاویں کہ اون چار رکھیوں کے سوا اور کل کائنات پر اللہ تعالیٰ کے فیوض کے ابواب مسدود ہو گئے۔

یہ غیر مقلدین کی سخت دل قوم بڑی جرات سے حنفیہ کو جمود علی التقلید (تقلید پر اڑے رہنا) کا الزام دیتی ہے۔ مگر خود کبھی غور نہیں کرتے کہ آپ کیسے محدود دایرہ کے اندر سرگردان ہو رہے ہیں اور اس غرور نے انہیں کہاں تک پہنچا دیا ہے کہ وہ ابوحنیفہ کے پیرو نہیں ہیں! حقیقت میں اگر تقلید کے اصول پر وسیع نظر ڈالی جائے تو مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا لفظی نزاع سے زیادہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔

سوچنا چاہئے کہ جس امر کی ضرورت ہی کسی زمانہ میں واقع نہیں ہوئی۔ کوئی معاملہ بحث کے نیچے نہیں آیا پھر زمانے نبی کیا ہوتی قول فیصل کیا دیا جاتا! اللہ تعالیٰ نے ابن مریم یا بہ لفظ دیگر مثیل مسیح کا وجود اس زمانہ کے لئے ضروری اور مقدر کر رکھا تھا اور کسی زمانہ میں اُس کا فیصلہ کیوں نہ ہو سکتا تھا۔ تم چلاؤ جو چاہو کرو آخر تمہیں ملہم صاحب الزمن کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔

خیر ہو تو فنون الٰہیوں کے نزدیک نہ سہی عقلمندوں کی نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں تو اب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ حدیثیں مثیل مسیح کی بشارت دیتی ہیں۔ اب اگر کوئی وقت ہے تو اون کے الفاظ کو ظاہر پہ محمول کرینگے متعلق امید ہے کہ اگر ہمارے بھائی انبیاء کی طرز کلام سے واقفیت پیدا کرنے کی تمنا کرینگے اور اون کے اسرار مخفیہ کی اہل کشف والہام سے دریافت فرمائینگے تو اونکا یہ پردہ بھی اوتر جائے گا۔ میرا یقین ہے کہ یہ اجمالی طور پر مختلف مقاصد کے انکشاف و اثبات کے لئے مسئلہ حقائق (فلیکس) لکھے ہیں۔ اگر اہل نظر غور کرینگے تو انہیں بہت سا ان سے مل جائے گا۔ میں نے اُن احادیث کے الفاظ پر بحث کرنی ضروری نہیں سمجھی کیونکہ حضرت مسیح الزمان رسلمہ الرحمٰن نے رسالہ ازالہ اوہام میں ان پر بالتفصیل اور سیر کن نیوالی گفتگو کی ہے ہاں یہ اتنا مصالح پیدا کر دیا ہے کہ ہمارے اخوان مومنین حضرت مرزا صاحب کی تاویل کو تحریف کہنے کی جرات نہ کر سکیں گے وہ بخوبی سمجھ جائیں گے کہ مکاشفات اور پیشگوئیوں کے معانی کیونکر کئے اور لئے جاتے ہیں۔ آخر میں میں التماس عرض کرتا ہوں کہ وہ صبر و تحمل کو کام میں لائیں اور بدظنیوں سے باز آئیں اور حضرت شیخ ابن عربی کی اس نصیحت کو ہمیشہ نصب العین رکھیں۔ واقل درجات الطریق التسلیم فیما لا تعلمون۔ والکلام القطع یصل قلّما وما اصل هذا بین الطریقین محرمان والتصدیق به محروم کما ان المتصف بهذا بین الطریقین سعید و منجوت۔ قال الشیخ ابو یزید البسطامی للامام ابی موسیٰ الدبیلی یا ابا موسیٰ اذا لقیت مؤمناً یکلام اهل هذه الطریقة قل له یدعو لک فانه مجاب الدعوٰۃ قال تردیم من قعد مع الصوفیة وخالفهم فی شیٔ مما یتحققون نزع الله نور الایمان منه۔ (فتوحات مکیہ جلد اول)

طریق فقرا کا ادنیٰ درجہ سر جھکا دینا ہے اُن حقائق کے سامنے جن سے تم واقف نہ ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اون کی سچائی کا یقین کرو ان دو رستوں کے سوا بس محرومی ہے اور یہی دو رستوں پر عمل کرنے والا سعادتمند اور نیکبخت آدمی ہے۔ حضرت بسطامی ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں۔ دیکھو ابو موسیٰ! جب تم کسی ایسے شخص سے ملو جو اس طریق کے لوگوں کی باتیں مانتا ہو تو اُس سے اپنے حق میں دعا منگوانا کیونکہ وہ مجاب الدعوات ہوتا ہے اور رویم فرماتے ہیں جو شخص صوفیہ کی صحبت میں بیٹھے۔ اور اُن کی ثابت کردہ باتوں میں کسی کی مخالفت کرے اللہ تعالیٰ نور ایمان کو اُس سے چھین لیتا ہے۔

میں بڑے خلوص ایمان سے اپنے بھائی مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی اس خدائے برتر کے برگزیدہ کی نسبت حسن ظن کو کام میں لائیں بختاوری اور سعادتمندی اس میں ہے کہ اس مجاب الدعوۃ مقبول لہ حق کی دعا لیں اور کر چاہئے کہ اس مخلصانہ شعر کو بڑی غور سے پڑھیں۔ قال مسیح الزمان

اے قوم من بصبر نظر سوئے غیب داں
تا دست خود بعجز بہ پیش تو گسترم

وہ کیوں دلیری کرکے اُس غضب ولعنت کے مستوجب بنتے ہیں جو اس ولی اللہ کی مخالفت کا لازمی نتیجہ ہے میں اون لوگوں کو بھی جو ایک کنارے پر گوشہ کسی بڑے بھاری نتیجہ دیکھنے کے انتظار میں ہیں اور ابھی اونہوں نے منفصل اور ایک طرفہ رائے قایم نہیں کی اتنا کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ وہ ناگہان جھپٹ لینے والی موت سے کیوں ایمن بیٹھے ہیں وہ اون راست بازوں کی پیروی کیوں نہیں کرتے جو اوّل امر ہی میں ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اخبار بالغیب اور تنبیہات پر صدق دل سے ایمان لے آئے تھے اور آخر اُن مواعید کے پورا ہونے پر جب انہوں نے برکات الہیہ کا معائنہ کر لیا تو یوں پکار اوٹھے۔

ھذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله۔ مگر مذبذبین بین ذالک کا جو تاسف ناک حال ہوا اخبار و سیر کے جاننے والے اُس سے بے خبر نہیں ہیں۔

واٰخر دعوانا
ان الحمد لله رب العالمین ط

خاکسار عبدالکریم سیالکوٹی

النصح

گذشتہ اشاعت سے آگے

جو مطابق اس کے ہو بس ہو وہی حق کا کلام
برخلاف اس کے نہیں چلتا ہے کوئی انتظام
ہو مبارک اے مسلمانوں کرو شکر خدا
جو ملا ہم کو کلام حق وہ ایسا ہی ملا
ہادی برحق ہمارے ہیں محمد مصطفےٰؐ
آکے دنیا میں اُنہوں نے صاف یہ دعویٰ کیا
میں جناب حق سے لایا ہوں وہ نورانی کتاب
جس پہ کرنے سے عمل اُٹھتے ہیں ظلمانی حجاب
یہ ہے قرآن جو خلاف فطرت انساں نہیں
جو نہ آئے کام انساں کے یہ وہ فرماں نہیں
جو اسے کہتا ہے قول حضرت رحماں نہیں
اس سے کہدو پرکہ گو بندہ تو ناداں نہیں
اس کی باتیں جسقدر ہیں وہ تو سب معقول ہیں
جو نہ سمجھیں انکو تم سمجھو کہ وہ مجہول ہیں
جانب حق سے ہے اترا یہ صراط مستقیم
اس کے ہر پہلو میں ہیں آباد جنت النعیم
ہے پہنچتی اُن کے پاکیزہ دماغوں میں شمیم
منزل قرآں نے بخشا ہے جنہیں ذہن سلیم
گلستاں میں اس کے تجری تحتہا الانہار ہیں
مست پھرتے ہیں وہی اون میں کہ جو ہشیار ہیں
عاشقان حق جو ہیں اُن کا تو ہے دلدار یہ
اُس کے بیماران الفت کا ہے اک غمخوار یہ
گنج معنی ہے یہی اور مخزن اسرار یہ
پر شفاء صدر ہے کرتا ہے دور آزار یہ
جنکو مولا کی طلب ہے انکو پالیتا ہے یہ
دامن رحمت کے نیچے بس چھپالیتا ہے یہ
اس کا اک اک نقطہ بھرتا ہے مسیحائی کا دم
سینکڑوں مردے جلاتا ہے یہ بر ہر قدم
ہاں مگر دل چاہئے ایسا کہ جس میں کچھ ہو نم
کج طبع لوگوں کو ہر دم سوجھتے ہیں پیچ و خم
اسکو نسبت اُن سے کب جو فاسق و فاجر
دوڑتے ظلمت میں ہیں اور نور سے بیزار ہیں
اُس نے اپنے آپ کو ثابت کیا نور و ہدا
سینکڑوں مُردے جئے ہیں پی کے یہ آب بقا
دیکھ لو دُنیا میں پہلے پہلے جب نازل ہوا
اسنے دُنیائے عرب کی کیسی پلٹی تھی ہوا
کیا تھے اوس سے پہلے اور بعد اُس کے کیا ہوگئے
رہزن تھے پیشتر پھر رہنما وہ ہوگئے

ارض سے فاران کے آخر ہوا جلوہ نما
ہر طرف ملک عرب میں اس کا چرچا پڑ گیا
سینکڑوں برسوں سے جو کھاتے تھے غفلت کی ہوا
تازیانہ ہوشیاری کا اُنہیں آکر لگا
صور احمد نے جو پھونکا اک قیامت آگئی
کفر و شرک و بُت پرستی کی تو شامت آگئی
اک عجب حاشر حجازی ملک میں ظاہر ہوا
اس کے قدموں پر ہوا اک حشر کا عالم بپا
اذن سے اللہ کے دی اُس نے اک ٹھوکر لگا
اپنی اپنی قبر سے ہر ایک مُردہ جی اوٹھا
صبغتہ اللہ کا چڑھایا بعد اُسکے اُن پہ رنگ
ڈھل گیا جس سے دلوں کا انکے سارا میل زنگ
تھے تو گمنام جہاں پر پوچھے اب جانے لگے
وحشیوں سے تھے پر اب انسان کہلانے لگے
فخر و عزت اور ملکوں سے وہ اب پانے لگے
خود مہذب بن گئے تہذیب سکھلانے لگے
فخر اونکی ذات سے کرتے تھے سب باعزّ و جا
اونکی اعلیٰ شان پر تاریخ ہے اب تک گواہ
یاد تھا اون کو بخوبی عہد و پیمان خدا
اون کی تعلیم و عمل میں تھا یہ قرآن خدا
بھولتے تھے ایک دم کو بھی نہ وہ شان خدا
اس لئے ہوتا تھا ہر دم اُن پہ فیضان خدا
اُس کے ادنیٰ حکم پر بھی سر جھکا دیتے تھے وہ
مال و زر کو راہ مولا میں لٹا دیتے تھے وہ

ناظرین الحکم کی دلچسپی کیلئے

ذیل میں ہم اپنے معزز بھائی حبیب الرحمٰن کا مختصر نوٹ جو اونہوں نے کرزن گزٹ کی چند قرارداده نصائح پر تحریر کیا ہے درج کرتے ہیں نوٹ واقعی قابل قدر ہے اور اگر مرزا حیرت صاحب ذرا بھی فکر سے سوچیں۔ تو اُن کو ضرور اُسکی معقولیت کا معترف ہونا پڑے گا............ وھوا ھذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی (ایڈیٹر)

مکرمی اخویم جناب شیخ صاحب اڈیٹر اخبار الحکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں آپکا ممنون ہونگا اگر آپ میری ان چند سطور کو اپنے قیمتی اور بابرکت اخبار میں درج فرمادیں گے۔ والسلام۔

۱۵ مئی ۱۹۰۳ء کے کرزن گزٹ دہلی پر

ایک نظر

(میری چند نصیحتیں) اس عنوان سے ایک مضمون کرزن گزٹ دہلی میں جناب مولانا میرزا حیرت صاحب مینجر اخبار مذکور کی جانب سے عرصہ دراز سے شایع ہو رہا ہے اور ہماری نظر سے گذرتا ہے۔ ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء کے اخبار میں جو مضمون اس سرخی کے تحت میں دیا گیا ہے اوس نے ہمکو چند سطور کے تحریر کرنے پر آمادہ کیا۔

(۱) ہم مولانا مرزا حیرت صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ جو نصیحتیں کہ عرصہ دراز سے وہ درج اخبار کرتے ہیں کیا وہ قرآن شریف اور احادیث سے باہر ہیں یا اندر اگر یہ نصیحتیں قرآن شریف و حدیث شریف سے باہر ہیں تو کیا وہ علیحدہ ایک نصیحت بنانا چاہتے ہیں جو قرآن شریف اور حدیث شریف میں درج ہونے سے رہ گیا تھا اور اگر وہ قرآن شریف اور حدیث شریف کے اندر موجود ہیں تو وہ اپنے خیال کے مطابق مختار نہیں ہیں کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کی نصیحتوں کو اپنے نام (میری چند نصیحتیں) سے شایع کریں۔ اور اگر محض اپنے الفاظ اور اپنی زبان میں لانے سے اپنی نصیحتیں سمجھ بیٹھے ہیں تو پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سلمہ اللہ تعالےٰ کے کلمات طیبات پر اعتراض کیوں ہے پہلے میری چند نصیحتوں پر غور فرمادیں پھر کلمات طیبات امام الزمان پر اعتراض ہونا چاہئے۔

(۲) جناب مولانا مرزا حیرت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :۔ یہ خوب سمجھ لے جب قرآن مجید موجود ہے اور حضور انور ہم پر سایہ فگن ہیں دین کے معاملہ میں کسی امام کی ضرورت نہیں ہے، گویا جناب مولانا مرزا حیرت صاحب کو اس سے انکار ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی امام یا مجدد یا محدث نہ ہوگا اور نہ ضرورت ہے۔ ہم کو اس پر چنداں بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ رسالہ ضرورت امام مصنفہ حضرت امام الزمان جناب مرزا غلام احمد صاحب مدظلہ موجود ہے جو ایک منصف مزاج انسان کی تسلی کے لئے کافی ہے اور حدیث شریف ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اور حدیث شریف قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فعمر بن الخطاب منھم رواہ المسلم اور حدیث کہ جو امام الوقت کو نہ پہچانیگا وہ جاہلوں کی موت مریگا۔ ہمکو امام الزمان کی خبر دیتے ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تفہیمات الدین اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں بتفصیل تحریر فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرماویں۔ ورنہ علماء اسلام اور اولیاء کرام کا وجود اسلام کے لئے فائدہ مند نہیں ٹھیرتا اور خود جناب مولانا مرزا حیرت کا مضمون (میری چند نصیحتیں) فضول ٹھیرتا ہے۔ اعتراض وہ ہونا چاہئے جو اپنے اوپر وارد نہوتا ہو۔ امام الزمان اپنا نیا دین اور نئی شریعت لیکر نہیں آتا اور مولانا مرزا حیرت صاحب

منارۃ المسیح کی مخالفت اور اسکا فیصلہ

کبھی رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

ہم نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ خدا تعالےٰ کا شکر کرتے ہوئے اس خبر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ منارۃ المسیح کی جسقدر مخالفت کی گئی تھی وہ ضلع گورداسپور کے بیدار مغز اور دقیقہ رس جناب میجر ڈالس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر کی عدالت سے آخر بے سود ثابت ہوئی۔ اور آپ نے اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی کو بالکل غیر ضروری سمجھا جیسا ہمنے اپنے اخبار میں صاحب موصوف کی بیدار مغزی اور معدلت گستری سے امید کی تھی۔ وہ امید پوری ہوئی اور ہماری تحریریں اس معاملہ میں نتیجہ خیز ہم اس مثل کی نقل کے حاصل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ یا ضابطہ مصدقہ نقل مل جانے پر ہم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کا اصل حکم شائع کرنے کے قابل ہونگے۔

بہر حال ہم سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے اپنے مخدوم مجسٹریٹ ضلع کے شکر گزار ہیں کہ اونہوں نے ہمارے معروضات پر جیسا کہ آپ کی تشریف آوری پر ہم نے توقع کی تھی پوری توجہ فرمائی اور ہماری مذہبی آزادی اور مذہبی عبادت گاہ کے جائز حقوق کی حفاظت فرماکر اپنی انصاف پسندی اور بے رو رعایت پالیسی کا ثبوت دیا ہے۔ ضلع گورداسپور کی رعایا کو ایسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پر جسقدر ناز ہو وہ کم ہے۔

منارۃ المسیح کے روکنے میں ہمارے مخالفوں نے پوری کوشش کی مگر خدا تعالیٰ نے انکو اپنے ان ارادوں میں پورا ناکام اور نامراد رکھا۔ والحمدللہ علیٰ ذالک

ہم صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی ذات سے توقع کرتے ہیں کہ وہ آئندہ کے لئے ایسی سازشیں کرنیوالوں کا پورا لحاظ رکھیں گے۔ پبلک کے امن میں خلل اندازی کرنے کا انہیں موقع ندیا جاویگا۔ ہم یہ امر آپ کی توجہ کے لئے پیش کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں کہ بعض آدمی اس قماش کے یہاں موجود ہیں جو ہمیشہ ایسے ہی جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں۔

بہر حال ہماری قوم کے لئے یہ بہت بڑی شکر گزاری اور خوشی کا موقع ہے جو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی بیدار مغزی سے اُن کو ملا ہے۔ اور سب سے زیادہ ہمارے لئے کہ ہماری تحریریں موثر ثابت ہوئیں

استفسار اور انکے جواب

سوال۔ کبھی نماز میں لذت آتی ہے اور کبھی وہ لذت جاتی رہتی ہے اس کا کیا علاج ہے؟

جواب۔ ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔ بلکہ اس لذت کے کھوئے جانے کو محسوس کرنے اور پھر اسکو حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہئے جیسے چور آوے اور وہ مال اڑا کر لے جاوے تو اوسکا افسوس ہوتا ہے۔ اور پھر انسان کوشش کرتا ہے کہ آئندہ کو اس خطرہ سے محفوظ رہے اسلئے معمول سے زیادہ ہوشیاری اور مستعدی سے کام لیتا ہے اسیطرح پر جو خبیث نماز کے ذوق اور انس کو لے گیا ہے تو اس سے کسقدر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اور کیوں نہ اسپر افسوس کیا جاوے انسان جب یہ حالت دیکھے کہ اس کا انس و ذوق جاتا رہا ہے تو وہ بے فکر اور بے غم نہ ہو۔ نماز میں بے ذوقی کا پیدا ہونا ایک سارق کی چوری اور روحانی بیماری ہے۔ جیسے ایک مریض کے مُنہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے تو وہ فی الفور علاج کی فکر کرتا ہے اسیطرح پر جس کا روحانی مذاق بگڑ جاوے اُس کو بہت جلد اصلاح کی فکر کرنی لازم ہے۔

یاد رکھو انسان کے اندر ایک بڑا چشمہ لذت کا ہے جب کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو وہ چشمہ لذت مکدر ہو جاتا ہے اور پھر لذت نہیں رہتی۔ مثلاً جب ناحق گالی دیدیتا ہے یا ذرا سے اونی سی بات پر بدمزاج ہو کر بدزبانی کرتا ہے تو پھر ذوق نماز جاتا رہتا ہے اخلاقی قویٰ کو لذت میں بہت بڑا دخل ہے جب انسانی قویٰ میں فرق آئیگا تو اس کے ساتھ ہی لذت میں بھی فرق آجاوے گا۔ پس جب کبھی ایسی حالت ہو کہ انس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا وہ جاتا رہا ہے۔ تو چاہئے کہ تھک نہ جاوے اور بے حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہارے بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گمشدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے اور اسکا علاج ہے توبہ۔ استغفار۔ تضرع۔ بے ذوقی سے ترک نماز نہ کرے بلکہ نماز کی اور کثرت کرے جیسے ایک نشہ باز کو جب نشہ نہیں آتا تو وہ نشہ کو چھوڑ نہیں دیتا بلکہ جام پر جام پیتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر اس کو لذت اور سرور آجاتا ہے۔ پس جسکو نماز میں بے ذوقی پیدا ہو۔ اوس کو کثرت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے اور تھکنا مناسب نہیں آخر اسی بے ذوقی میں ایک ذوق پیدا ہو جاویگا۔ دیکھو پانی کے لئے کسقدر زمین کو کھودنا پڑتا ہے جو لوگ تھک جاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں جو تھکتے نہیں وہ آخر نکال ہی لیتے ہیں اسی لئے اس ذوق کو حاصل کرنے کے لئے۔ استغفار کثرت نماز و دعا مستعدی اور صبر کی ضرورت ہے۔

سوال۔ بہترین وظیفہ کیا ہے۔

جواب۔ نماز سے بڑھ کر اور کوئی وظیفہ نہیں ہے کیونکہ اسمیں حمد الٰہی ہے۔ استغفار ہے اور درود شریف۔ تمام وظائف اور اوراد کا مجموعہ یہی نماز ہے اور اس سے ہر ایک قسم کے غم و ہم دور ہوتے ہیں اور مشکلات حل ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا بھی غم پہنچتا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور اسی لئے فرمایا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اطمینان سکینت قلب کیلئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ لوگوں نے قسم قسم کے ورد اور وظیفے اپنی طرف سے بنا کر لوگوں کو گمراہی میں ڈال رکھا ہے اور ایک نئی شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مقابلہ میں بنا دی ہوئی ہے۔ مجھپر تو الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نے نبوۃ کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں اور حیرت سے دیکھتا ہوں کہ اونہوں نے خود شریعت بنائی ہے اور نبی بنے ہوئے ہیں اور دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں ان وظائف اور اوراد میں دنیا کو ایسا ڈالا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی شریعت اور احکام کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں بعض لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ اپنے معمول اور اوراد میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ نماز کا بھی لحاظ نہیں رکھتے۔ میں نے مولوی صاحب سے سنا ہے کہ بعض گدی نشین شاکت مت والوں کے منتر اپنے وظیفوں میں پڑھتے ہیں۔ میرے نزدیک سب وظیفوں سے بہتر وظیفہ نماز ہی ہے۔ نماز ہی کو سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیے اور سمجھ سمجھ کر پڑھو اور مسنون دعاؤں کے بعد اپنے لئے اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو۔ اس سے تمہیں اطمینان قلب حاصل ہوگا اور سب مشکلات خدا چاہے گا تو اسی سے حل ہو جائیں گی۔ نماز یاد الٰہی کا ذریعہ ہے اس لئے فرمایا ہے اقم الصلوٰۃ لذکری